عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۶ | ۲۳ تا ۲۹ ذوالقعدہ ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ راگست ۲۰۱۷ء | شمارہ: ۳۱

رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام

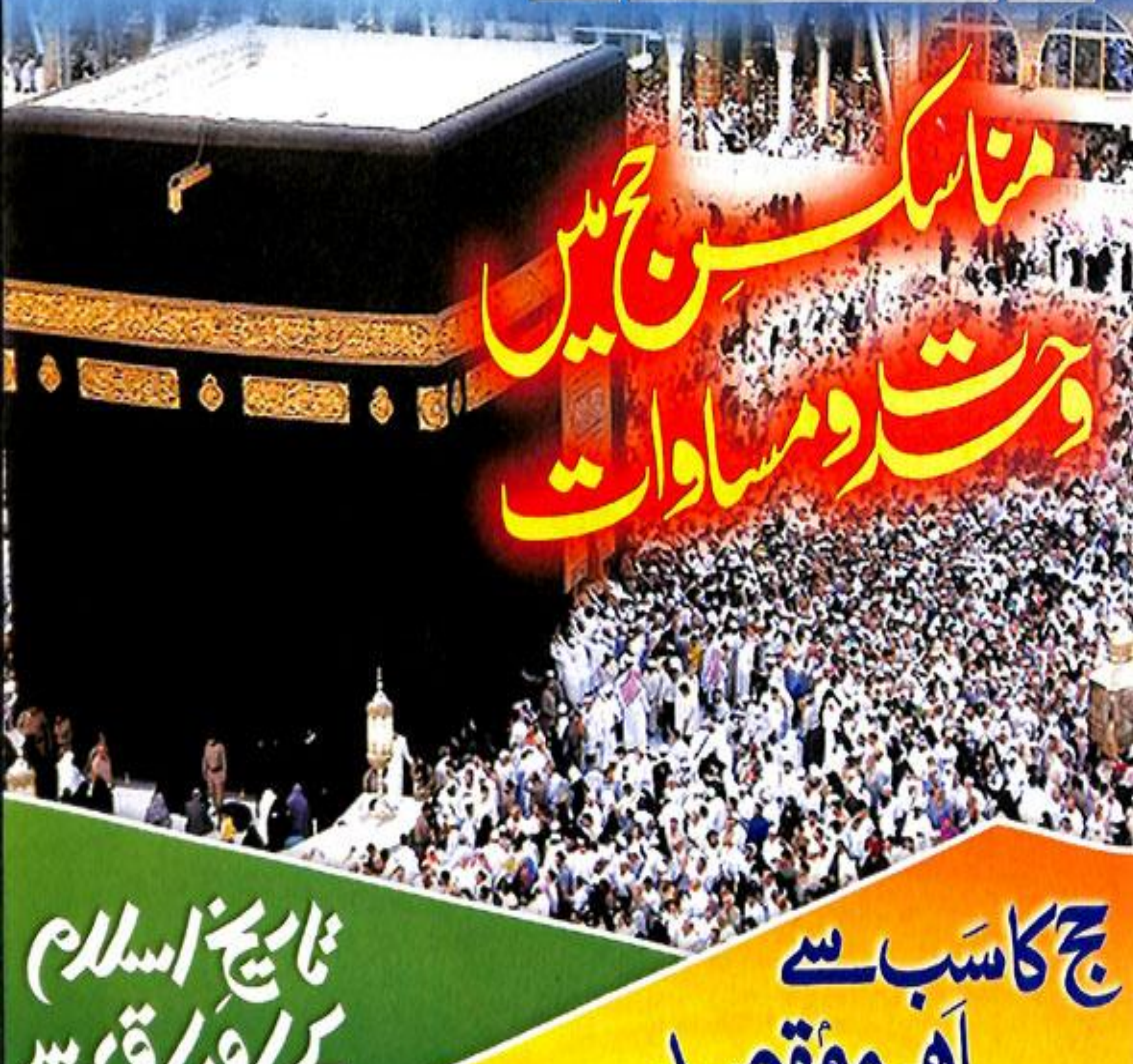

مناسکِ حج میں وحدت ومساوات

تاریخ اسلام کے اوراق سے

حج کا سب سے اہم مقصد

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Email: editorkn@yahoo.com

وارثین میں مکان کی رقم کی تقسیم

س:...... گزارش یہ ہے کہ وفات کے وقت میرے والد صاحب کی ملکیت میں ایک مکان تھا اس کی مالیت ستر لاکھ روپے ہے۔ وارثین میں چار بھائی اور پانچ بہنیں اور ہماری والدہ ہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ ستر لاکھ کی رقم ہم سب میں کس طرح سے تقسیم ہوگی؟ آپ شرعی طور پر ہماری راہنمائی فرمائیں۔

ج:...... مذکورہ رقم یعنی ستر لاکھ روپے میں سے مرحوم کی بیوہ کو آٹھ لاکھ پچھتر ہزار روپے، جبکہ ہر ایک بیٹے کو نو لاکھ بیالیس ہزار تین سو سات روپے، انہتر پیسے اور ہر ایک بیٹی کو چار لاکھ اکہتر ہزار ایک سو ترپن روپے، پچاسی پیسے ملیں گے۔

”تمہیں طلاق دے دوں گا“ کا شرعی حکم

س:...... شادی کے کچھ ہی مہینے کے بعد میرے اور میری بیوی کے درمیان نا اتفاقی کے حالات پیدا ہوگئے تھے، میں اپنی طرف سے اپنی بیوی کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا تھا اور بیوی کی ہر فرمائش پوری کرتا تھا۔ میری بیوی میرا کہنا نہیں مانتی تھی، میں اس کو دوسرے اشخاص سے موبائل پر باتیں کرنے سے منع کرتا تھا، لیکن وہ نہیں مانتی تھی۔ میں نے غصے کی حالت میں اپنی بیوی کے والدین کو بلوایا اور اپنے ساس، سسر، ماموں سسر اور اپنے والدین کے سامنے صرف اتنا کہا کہ ”میں تمہیں طلاق دے دوں گا اور تمہیں نہیں رکھوں گا۔“ اس کے بعد میری بیوی اپنے والدین کے ساتھ میکے چلی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد واپس میرے گھر آگئی اور ہم دونوں تقریباً تین مہینے ساتھ رہے، اس کے بعد پھر گھریلو جھگڑے شروع ہوگئے اور ایک بار پھر میں نے اپنے ساس، سسر، سالا، سالے کی بیوی کو بلوایا اور میرے تمام گھر والے بھی موجود تھے۔ گھریلو جھگڑے ہونے کے بعد میری بیوی ناراض ہوکر دوبارہ اپنے میکے چلی گئی اور اب میرے ساس، سسر نے کہا ہے کہ عمران نے ”میری بیٹی کو دو مرتبہ طلاق“ دی ہے اور میری بیوی کو عدت گزارنے کے لئے بٹھادیا ہے۔ آپ سے اتنا معلوم کرنا ہے کہ کیا میری بیوی کو طلاق ہوگئی ہے؟ جبکہ میں نے صرف اتنا کہا ہے کہ ”تمہیں طلاق دے دوں گا، اور تمہیں نہیں رکھوں گا۔“

ج:...... اگر واقعتاً شوہر نے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ ”میں طلاق دے دوں گا“ تو اس سے بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ یہ کہنا کہ ”طلاق دے دوں گا“ یہ وعدۂ طلاق ہے، طلاق نہیں، اس لئے وہ خاتون بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں ہے۔ اس لئے بیوی کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کا گھر آباد کرے۔

شوہر کی مرضی کے بغیر خلع کی حیثیت

س:...... گزارش یہ ہے کہ میری شادی کو نو سال ہوچکے ہیں میری ایک بیٹی ہے، میں کوئی کام وغیرہ نہیں کرتا تھا، میری بیوی اپنی ماں کے پاس رہتی تھی، میری بیوی نے کورٹ سے خلع لے لیا ہے۔ خلع کو دو سال ہونے والے ہیں، لیکن اب میں اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہتا ہوں، اس لئے اب مجھے کیا کرنا ہوگا؟ میں اپنی بیوی کو دوبارہ رکھنا چاہتا ہوں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

ج:...... کورٹ کی طرف سے جو خلع یا تنسیخ نکاح ہوا ہے، اگر وہ شوہر کی مرضی اور علم کے بغیر محض بیوی کے کہنے پر دیا گیا ہے، تو یہ شرعی طور پر خلع واقع نہیں ہوا، اور بیوی بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں ہے، ایسی صورت میں دوبارہ نکاح کی ضرورت تو نہیں، لیکن احتیاطاً دوبارہ نکاح کر لینا بہتر ہے تاکہ کوئی شک وشبہ نہ رہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ
ختم نبوۃ
مجلس

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۶ ۲۳ تا ۲۹ ذوالقعدہ ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ اگست ۲۰۱۷ء شمارہ:۳۱

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین وآرائش:
محمد ارشد خرم محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

تحفظ ختم نبوت کیلئے اکابر علماء کرام کی قربانیاں	۵	اداریہ
مناسک حج میں وحدت ومساوات	۷	مولانا حفیظ الرحمٰن مدنی
حج کا سب سے اہم مقصد	۱۱	مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	۱۳	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
”محمد رسول اللہ“ کا قادیانی تصور (۴)	۱۵	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
تاریخ اسلام کے اوراق سے	۱۸	رضوان عابد
رفع ونزول مسیح علیہ السلام	۲۱	حافظ عبیداللہ
معتمد اور غیر معتمد تفاسیر (۲۰)	۲۳	مولانا فضل محمد یوسف زئی

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35.Stockwell Green
London. SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

سحبان الہند حضرت مولانا
احمد سعید دہلویؒ

تلاوت قرآن کی فضیلت

حدیث قدسی ۴: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، نماز میرے اور میرے بندے کے درمیان آدھی آدھی تقسیم ہے اور میرا بندہ جو مجھ سے سوال کرے وہ اس کے لئے ہے۔

جب کوئی بندہ کہتا ہے: ''الحمدللہ رب العالمین'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری حمد بیان کی اور جب کہتا ہے ''الرحمٰن الرحیم'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری ثنا بیان کی، اور جب بندہ کہتا ہے: ''مالک یوم الدین'' تو خدا کہتا ہے، میرے بندے نے میری بزرگی اور میری شرافت کا اظہار کیا اور جب بندہ کہتا ہے: ''ایاک نعبد و ایاک نستعین'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان نصف نصف ہے اور میرا بندہ جو طلب کرے، وہ اس کے لئے ہے اور جب بندہ کہتا ہے: ''اھدنا الصراط المستقیم ۰ صراط الذین انعمت علیھم ۰ غیر المغضوب علیھم و لا الضالین ۰'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میرے بندے کا حصہ ہے، میرا بندہ جو مجھ سے سوال کرے، وہ اس کے لئے ہے۔ (مسلم)

حدیث قدسی ۵: حضرت ابی بن کعب کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم میں نے تیری طرف سات آیتیں نازل کی ہیں، تین آیتیں تیرے لئے ہیں اور تین صرف میرے لئے ہیں اور ایک آیت میرے اور تیرے درمیان تقسیم ہے، وہ آیتیں جو میرے لئے ہیں وہ تو ''الحمدللہ رب العالمین ۰ الرحمن الرحیم ۰ مالک یوم الدین ۰'' ہیں اور جو میرے اور تیرے درمیان تقسیم ہے، وہ آیت ''ایاک نعبد و ایاک نستعین'' ہے تیری جانب سے عبادت اور میری جانب سے امداد و اعانت اور جو آیتیں تیرے لئے ہیں وہ ''اھدنا الصراط المستقیم ۰ صراط الذین انعمت علیھم ۰ غیر المغضوب علیھم و لا الضالین ۰'' ہیں۔ (طبرانی)

مطلب یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کی سات آیتوں میں تین آیتیں ایسی ہیں، جن میں خدا کی تعریف ہے اور تین آیتوں میں دعا ہے اور ایک میں عبادت و استعانت ہے، جن آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے، ان کو حضرتِ حق نے اپنے لئے فرمایا اور جن آیتوں میں دعا ہے، ان کو بندے کے لئے فرمایا اور جس آیت میں عبادت و استعانت کا ذکر ہے اس کو فرمایا، عبادت بندے کی جانب سے اور اعانت میری جانب سے۔

نماز

س: مغرب کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور کب تک باقی رہتا ہے؟

ج: مغرب کا وقت سورج کے غروب ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب کے بعد مغرب کی طرف ایک سرخی سی قائم رہتی ہے جو تھوڑی دیر کے بعد سفیدی میں بدل جاتی ہے، اس سرخی کے ختم ہونے سے پہلے تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے، اصطلاح میں اس سرخی کو شفق کہتے ہیں، نماز کے اوقات کے نقشوں نے اس مسئلہ کو مستقل طور پر حل کر دیا ہے، نیز ہمارے ملک میں روزانہ فجر، مغرب کے اوقات تقریباً برابر رہتے ہیں۔

س: عشاء کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور کب تک باقی رہتا ہے؟

ج: عشاء کا وقت شفق کے غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور صبح صادق ہونے سے پہلے پہلے باقی رہتا ہے (واضح رہے کہ روزانہ عشاء کی نماز کے ساتھ وتر کی نماز بھی پڑھی جاتی ہے جو کہ واجب ہے، اس کے ادا کرنے کا وقت بھی یہی ہے، لیکن ادا کرنے کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے عشاء کے فرض پڑھے جائیں اس کے بعد وتر پڑھے جائیں۔)

س: پنج وقتہ نمازوں کے حوالے سے ہر نماز میں کل کتنی رکعتیں اور ان کی تفصیل و ترتیب کیا ہے؟

ج: نماز فجر میں کل چار رکعتیں ہیں: دو سنتیں موکدہ، دو فرض۔ نماز ظہر میں بارہ رکعتیں ہیں: چار سنت موکدہ، چار فرض، دو سنت موکدہ اور دو نفل۔ جمعہ کی نماز میں چودہ رکعتیں ہیں: چار سنت موکدہ، دو فرض، چار سنت موکدہ دو سنت موکدہ دو نفل۔ نماز عصر میں آٹھ رکعتیں ہیں: چار سنت غیر موکدہ، چار فرض۔ نماز مغرب میں سات رکعتیں ہیں: تین فرض، دو سنت موکدہ، دو نفل۔ نماز عشاء میں کل سترہ رکعتیں ہیں: چار سنت غیر موکدہ، چار فرض، دو سنت موکدہ، دو نفل، تین وتر، دو نفل۔

س: نماز کن کن لوگوں پر پڑھنا ضروری بتلائی گئی ہے؟

ج: شریعت نے جن جن لوگوں پر نماز پڑھنا ضروری قرار دیا ہے وہ پانچ قسم کے لوگ ہیں: (۱) مسلمان ہونا، (۲) عقلمند ہونا، (۳) بالغ ہونا، (۴) نماز سے عاجز نہ ہونا جیسے عورتوں کا حیض و نفاس سے پاک ہونا، (۵) اسلام قبول کرنے، عقلمند ہوجانے، بالغ ہوجانے اور حیض و نفاس سے پاک ہونے کے بعد اتنا وقت مل جانا جس سے کم از کم تکبیر تحریمہ پڑھنے کی گنجائش نکل پائے، اگر کسی کو اسلام قبول کرنے، بالغ ہونے، حیض و نفاس سے پاک ہونے کے بعد کم از کم اتنا وقت بھی نہ مل سکے اور اس کی موت واقع ہوجائے تو اس پر نماز فرض نہیں ہے۔

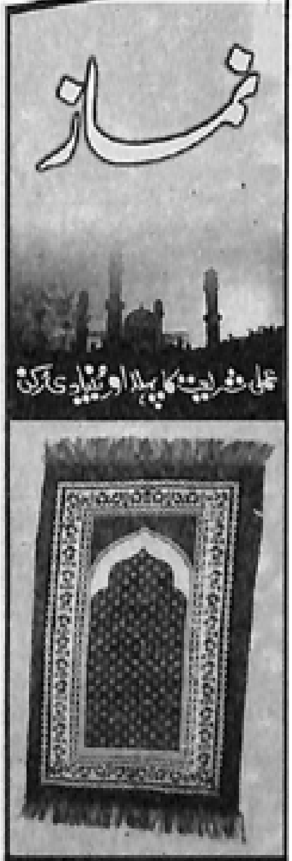

حضرت مولانا
مفتی محمد نعیم دامت برکاتہم

اداریہ

تحفظ ختم نبوت کے لئے

اکابر علماء کرام کی قربانیاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت علماء حق کا وہ قافلہ ہے، جن کے قائدین کی نسبت مختلف واسطوں سے ہوتی ہوئی سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلیفہ اول کے واسطہ سے نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اسلام کا وہ بنیادی عقیدہ ہے جس پر زد لگانے والوں کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ اسود عنسی کے جب جھوٹے دعویٰ نبوت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فیروز دیلمیؓ کو حکم دیا کہ اس شخص کو واصل جہنم کردیا جائے۔ حضرت فیروز دیلمیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی جس وقت تعمیل کی، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر آخرت کی تیاری فرمارہے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فاز فیروز'' (فیروز کامیاب ہوئے)۔ پہلا جھوٹا مدعی نبوت واصل جہنم ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد مسیلمہ کذاب اور بعض دوسرے لوگوں نے جن میں ایک سجاح نامی عورت بھی شامل تھی نے جھوٹا دعویٰ نبوت ہی نہیں کیا بلکہ لشکر ترتیب دے کر مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کی تھی۔ خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے باوجود تمام تر مشکلات کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لشکر ترتیب دیا اور مسیلمہ کذاب اور اس کے پیروؤں کو جہنم رسید کیا۔ خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس سنت پر امت نے عمل کرتے ہوئے تقریباً ۴۰ جھوٹے مدعیان نبوت کو جہنم رسید کیا۔

برصغیر میں جب انگریزوں کے ایماء پر مرزا غلام احمد قادیانی نے مجددیت سے شروع ہوکر مسیح موعود اور پھر جھوٹا دعویٰ نبوت کیا تو سب سے پہلے علماء لدھیانہ نے ان کے کفر کا فتویٰ جاری کرکے ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔ اس فتویٰ کی توثیق دارالعلوم دیوبند کی جانب سے ہوئی تھی۔ حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہیؒ اور دیگر علماء کرام نے بھی اس فتویٰ کی توثیق کی۔ علماء اسلام نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ لدھیانہ میں جب مرزا غلام احمد قادیانی آیا تو مولانا عبداللہ لدھیانویؒ نے برسر عام اس کو للکارا اور وہ کوئی جواب نہ دے سکا اور راہ فرار اختیار کی۔ دوسری جگہوں پر مناظروں میں اس کا یہی حشر ہوا۔

غرض علماء کرام نے نسبت صدیقی کی لاج رکھتے ہوئے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کسی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ۱۹۳۰ء میں محدث العصر حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ نے اس فتنے کی شرانگیزیوں کو محسوس کرکے لاہور میں پانچ سو سے زائد علماء کرام کو جمع کیا اور قادیانیت کے خلاف کام کرنے کی ضرورت کا احساس دلایا تو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے قادیان جاکر مرزا قادیانی کی ذریت کو للکارا۔ مولانا محمد حیاتؒ فاتح قادیان نے قادیان میں رہ کر اس فتنہ کا تعاقب کیا۔ علامہ اقبال مرحوم کو مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے اس فتنہ کے خلاف کام کرنے پر آمادہ کیا۔ غرض تحریک آزادی کے

ساتھ قافلہ علماء حق قادیانیت کی سرکوبی اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کام کرتا رہا تا آنکہ پاکستان قائم ہوا۔ قادیانیوں نے سازشوں سے کشمیر کو پاکستان میں شامل ہونے نہیں دیا۔ وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی نے پاکستان کا مقدمہ خراب کیا اور پاکستان بننے کے بعد تمام سفارت خانوں میں قادیانیوں کو بھرتی کر کے قادیانیت کی تبلیغی سرگرمیوں کے مراکز ان سفارت خانوں کو بنادیا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور دیگر علماء کرام میدان عمل میں اترے۔ مرزا بشیر الدین محمود نے بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کے ناپاک عزائم کو ناکام کیا اور ۱۹۵۳ء میں دس ہزار سے زائد نوجوانوں نے جام شہادت نوش کیا اور ایک لاکھ سے زائد علماء کرام پابند سلاسل ہوئے۔ امیر شریعتؒ کی رحلت کے بعد قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ امیر منتخب ہوئے اور اپنے اپنے حصے کا کام کر کے دربار خداوندی میں سرخرو ہو کر پہنچتے رہے تا آنکہ ۱۹۷۴ء میں محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری امیر منتخب ہوئے اور عجیب بات یہ کہ اسی دوران مولانا مفتی محمودؒ قومی اسمبلی میں جمعیت علماء اسلام کے پارلیمانی لیڈر کی حیثیت سے حزب اختلاف میں اہم کردار ادا کر رہے تھے کہ ربوہ (چناب نگر) اسٹیشن پر مرزا طاہر اپنے ہزاروں غنڈوں سمیت نشتر میڈیکل کالج کے مسلمان طلبا پر حملہ آور ہوا اور ان کو مار مار کر ادھ موا کر دیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اس پر سراپا احتجاج بن گئی۔ تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں پر مشتمل مجلس عمل تحفظ ختم نبوت قائم ہوئی اور پوری قوم عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے میدان عمل میں اتر آئی۔ ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سرخرو فرمایا اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

۱۹۸۴ء میں قادیانیوں کو پھر شرارت سوجھی۔ کلمہ طیبہ کی توہین کرنا شروع کی، شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ، مولانا مفتی احمد الرحمنؒ، شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ شہیدؒ، مولانا فضل الرحمن اور دیگر علما کرام کے ہمراہ میدان عمل میں اترے۔ اسلام آباد میں دھرنے کا فیصلہ ہوا، جاں نثاران ختم نبوت اپنے اکابر کے شانہ بشانہ موجود رہے بالآخر جنرل ضیاء الحق مرحوم نے امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری کیا۔ قادیانیوں نے انگلینڈ، یورپ اور افریقہ کا رخ کیا تو مولانا مفتی احمد الرحمنؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مولانا منظور احمد الحسینیؒ، حاجی عبدالرحمن یعقوب باوا کے ہمراہ قادیانیوں کا تعاقب کیا۔ مولانا مفتی احمد الرحمنؒ رخصت ہوئے تو شہید ختم نبوت نے ذمہ داریاں سنبھالیں اور شہید ختم نبوت نے ناموس رسالت کے لئے جان کا نذرانہ پیش کر کے علماء حق کا سر فخر سے بلند کر دیا۔ جنرل پرویز مشرف گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگئے، اعلان کیا کہ: ''شہید ختم نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے خون کی لاج میں اسلامی دفعات اور قادیانیت سے متعلق دفعات عبوری آئین میں شامل کی جاتی ہیں۔''

الحمدللہ ثم الحمدللہ! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا یہ عظیم سفر جس کے بارے میں محدث العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے مطابق: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی'' اور شہید ختم نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے مطابق: ''ختم نبوت کا کام کرنے والوں کا درجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی محافظین کی طرح ہے۔'' امیر مرکزیہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم، پیر حافظ ناصر الدین خاکوانی، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اکرم طوفانی اور دیگر علما کرام کی سرپرستی اور قیادت میں کام جاری ہے جس میں ہر مسلمان کی شرکت باعث سعادت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ ہے۔ موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ کو جو اہمیت حاصل ہے اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ عیسائیت، قادیانیت، یہودیت ذرائع ابلاغ کے ذریعہ کفریہ مہم کو زور وشور سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے مقابلے کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پاس رد قادیانیت پر مختصر پمفلٹ اور لٹریچر، شہید ختم نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی تالیفات، مولانا اللہ وسایا مدظلہ کی گراں قدر تالیف وتصنیفات، ایک رسالہ ہفت روزہ ''ختم نبوت'' اور ایک ماہنامہ ''لولاک'' ہے۔ لٹریچر تمام کا تمام بلا معاوضہ لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ جاں نثاران ختم نبوت سے درخواست ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور ناموس رسالت کی پاسبانی کے لئے اپنے اکابرین کی قربانیوں اور کوششوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان پر کاربند رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

مناسکِ حج میں وحدت ومساوات

مولانا حفیظ الرحمٰن مدنی

حج میں عشق وفنائیت کا پہلو:

حج کا ذکر جیسے ہی آتا ہے تو عموماً اس کے دو پہلو سامنے آتے ہیں' ایک عشق ومحبت' فدائیت و فنائیت جنون ووارفتگی کا پہلو' جس کی بناپر ایک حاجی عشق الٰہی سے سرشار' دیوانگی کی کیفیت کے ساتھ قدم بڑھاتا ہے اور میقات جہاں سے حرم پاک کی خصوصی تعظیم اور اس کے تقدس کی حد شروع ہوتی ہے' وہیں سے کفن کے مشابہ احرام کی چادریں لپیٹ کر دیوانہ وار پھرتا رہتا ہے' کبھی خانہ کعبہ کا چکر لگاتا ہے' تو کبھی منیٰ کی وادیوں کے درمیان عشق کی راہ میں حائل ہونے والے شیطان کی علامتوں اور جگہوں کو سنگسار کرتا ہے' میدان عرفات میں تڑپ تڑپ کر بے خودی کے عالم میں اپنے محبوب کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے اور لگاتار آنسوؤں کی سوغات پیش کرتا چلا جاتا ہے اور اسی طرح چلتے چلتے مزدلفہ میں رک کر رات کی تاریکیوں میں اپنے مولیٰ احکم الحاکمین سے مناجات اور سرگوشیاں کرتا ہے اور خالص اسی کی رضا کے لئے جانور ذبح کرتا ہے اور اس کے ذریعہ اپنے لاڈلے بیٹے کی قربانی کا بدل پیش کرتا ہے اور یہی وہ مقام خلت ہے جس کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سرفراز کیا گیا۔

عبدیت ومسکنت کا پہلو:

دوسرا پہلو عبدیت و عاجزی' ذلت و مسکنت' خودسپردگی اور اطاعت کا ہوتا ہے جس کے ذریعہ حاجی اللہ کا خاص بندہ' اس کا منتخب اور مقبول پسندیدہ ہوجاتا ہے' گناہوں سے پاک وصاف اور صلاح وتقویٰ سے آراستہ ہوجاتا ہے' آیت کریمہ اسی واضح حقیقت کو بیان کرتی ہے:

''حج کے چند مہینے ہیں جو مشہور و معلوم ہیں' پس جو شخص ان ایام میں اپنے ذمہ حج مقرر کرلے تو پھر اس شخص کو نہ کوئی فحش بات جائز ہے نہ کوئی بے حکمی درست ہے اور نہ کسی سے نزاع وتکرار زیبا ہے' اور جو نیک کام کروگے خدا کو اس کی اطلاع ہوتی ہے اور زادِراہ لے لیا کرو' بیشک بہتر توشہ تقویٰ ہے اور مجھ سے ڈرو اے عقلمندو!''

(سورۂ بقرہ:۱۹۷)

حدیث مقدس سے اس کی حقیقت اس طرح ظاہر ہوتی ہے:

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے حج کیا جس میں نہ فحش بات کی اور نہ ہی گناہ کا کام کیا' تو اس حالت میں واپس ہوتا ہے جیسے آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا ہے۔'' (متفق علیہ)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج مقبول کا ثواب جنت کے سوا دوسرا نہیں ہے۔''

وحدت ومساوات اسلام کی مرکزی خصوصیت:

لیکن اسی کے ساتھ حج کی ایک تیسری جہت بھی ہے جو اس کی ایک اہم خصوصیت ہے اور اس کا دعوتی و اصلاحی پہلو بھی ہے' جو درحقیقت پورے مذہب اسلام کی امتیازی صفت ہے' کیونکہ اسلام امن وعافیت کا پیغام ہے جو دیگر خصوصیات کے ساتھ وحدت واجتماعیت کی شکل میں زیادہ نمایاں نظر آتا ہے' کیونکہ اسلام کے تمام ہی شعبوں میں یکسانیت و مساوات کا پہلو غالب ہے: ''یداللہ علی الجماعۃ'' اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے۔ نماز باجماعت کی مشروعیت سے خود یہ حکمت سمجھ میں آتی ہے' اسی طرح اخلاق کی بلندی سے بھی اتحاد واتفاق قائم ہوتا ہے اور شیرازہ بندی ہوتی ہے' نکاح بھی عقد انضمام ہے اور خاندانوں کے جوڑنے اور وجود میں آنے کا ذریعہ ہوتا ہے' عقود ومعاملات اور خرید وفروخت میں بھی خاص طور پر ایسی شرطوں کو فساد کا ذریعہ قرار دیا گیا' جو انتشار ونزاع اور مخاصمت کا سبب ہوں' اس سے یہ بات واضح ہے کہ اسلام کے تمام احکام اور شعبوں میں اتحاد و اجتماعیت خاص طور سے ملحوظ ہوتی ہے' اور یہی کیا' اسلام تو ایک ابدی پیغام بن کر آیا اور دنیا کے تمام انسانوں کو ایک جھنڈے تلے جمع ہونے کی دعوت دی' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''قل یا أیھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا.'' (سورۂ اعراف)

ترجمہ: ''اے نبی پاک (صلی اللہ

علیہ وسلم) آپ فرمادیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔‘‘

مناسک حج میں وحدت ومساوات:

حج کے افعال کی ابتدا احرام سے ہوتی ہے اور جبکہ عازمین حج پوری دنیا کے مختلف علاقوں‘ نسلوں‘ زبانوں‘ تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں جن کی طبیعتیں اور مزاج مختلف ہوتے ہیں اور طبقات بھی مختلف‘ شاہ وگدا‘ امیر وغریب‘ آقا وغلام‘ محمود وایاز سب ہی جمع ہوتے ہیں‘ جن میں سے اگر ایک پھولوں کی سیج پر چلنے کا عادی ہوتا ہے تو دوسرا کھیت کی مٹیوں کے ساتھ لت پت‘ کوئی گدیوں پر بیٹھ کر حکم نافذ کرتا ہے تو کوئی مشین کے کل پرزوں کے ساتھ ہم رنگ وہم آہنگ‘ اسی طرح اگر کوئی نرم وگداز بستروں پر نیند سے لطف اندوز ہونے والا ہے تو دوسرا فٹ پاتھ اور کنکریلی زمین پر زندگی گزارنے والا۔

لیکن جیسے ہی حج کا ارادہ کیا سب کا لباس ایک وہی کفن نما‘ رنگ بھی ایک یعنی بے رنگی‘ جسے سفید کہئے نوعیت بھی ایک‘ انداز بھی ایک اور اس لباس کو اختیار کرنے کا وظیفہ بھی ایک‘ وہیں سے سارے امتیازات مٹ جاتے ہیں اور سب کی زبانوں پر ایک ساتھ توحید کا ترانہ جاری ہوجاتا ہے:

لبیک اللّٰھم لبیک‘ لبیک لا شریک لک لبیک‘ ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک۔‘‘

ترجمہ: ’’اے اللہ! میں حاضر ہوں‘ حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں‘ میں حاضر ہوں‘ ساری تعریفیں اور نعمتیں تیرے ہی لئے زیبا ہیں اور حکومت وبادشاہت بھی تیرا کوئی شریک نہیں۔‘‘

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

درحقیقت حج ان وطنی‘ نسلی‘ لسانی اور علاقائی قومیتوں کے خلاف اسلامی قومیت کی جیت ہے جن کے بہت سے اسلامی ممالک (مختلف عوامل اور دباؤ کے ماتحت) شکار ہیں‘ وہ اسلامی قومیت کا مظہر اور اعلان ہے‘ ان میں حاکم ومحکوم‘ آقا وغلام‘ امیر وفقیر چھوٹے اور بڑے کی کوئی تفریق نہیں ہوتی۔ ان کے لباس اور صدا دونوں میں اسلامی قومیت جلوہ گر ہوتی ہے‘ یہی حال حج کے دوسرے اعمال‘ عبادات‘ مناسک اور شعائر ومقامات کا ہے‘ جہاں ہر قوم وملک کے لوگ دوش بدوش نظر آتے ہیں اور قریب وبعید‘ عرب وعجم کے سارے فرق مٹ جاتے ہیں۔ (ارکان اربعہ)

واقعی ’’انما المؤمنون اخوۃ‘‘ کی صحیح تصویر سامنے آتی ہے۔ وحدت وتوافق کا عجب دلکش منظر ہوتا ہے‘ سروں کو کھولتا ہے اور تلبیہ گنگناتا ہے‘ اگر عشق وفنائیت کا مظہر ہے تو سب کا محبوب بھی ایک ہی ہے:

’’لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وھو علی کل شیئی قدیر۔‘‘

عاشقین بے شمار ہیں لیکن سب کا محبوب ایک ہے‘ اظہار عشق کا انداز بھی ایک ہے‘ مقصود ومراد ایک ہے‘ جذبات کی اصل بھی ایک ہے‘ وجدان جداگانہ ہے‘ کیفیتیں متفاوت ہیں‘ جو خاص عطیہ خداوندی ہیں اور محبوب سے قربت اور اس کی حلاوت کی ایک صورت ہے اور عشق حقیقی کی تڑپ کا ایک کرشمہ ہے:

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام سہی‘ عرفان محبت عام نہیں

اس حقیقت سے آشنا ہونے کے لئے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ’’فضائل حج‘‘ میں حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مرید کے مکالمے کا مطالعہ کافی ہے۔

تلبیہ کے کلمات بھی درحقیقت عشق ومستی سے سرشار‘ محبوب کی رضا جوئی میں فداکاری کی طرف سے درد بھرا ہوا نعرۂ توحید ہے‘ جس میں روح کو تڑپانے اور قلب کو گرمانے کی قوت ہے۔

حنیفیت کی ہمہ گیری:

یہ گویا اصحاب کہف (چند نوجوانوں) کے اندر پائی جانے والے حق کی سچی طلب کا ایک عکس جمیل ہے‘ کیونکہ وہ لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں سے علیحدہ علیحدہ دین حق کی طلب اور اس کے تحفظ کے لئے نکلے اور جب اکٹھا ہوئے تو سب کا منتہائے نظر اور مرکز توجہ ایک ظاہر ہوا۔

اور یہ اس حنیفیت کا ثمرہ ہے جو ابوالانبیاء ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی ذریت میں منتقل ہوتا چلا آرہا ہے اور یہی نہیں بلکہ یہ ندائے خلیل کے جواب کا ایک بہترین نمونہ بھی ہے‘ کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ جس نے جتنی بار لبیک کہا ہوگا وہ اتنی بار حج کی دولت سے سرفراز ہوگا اور کیوں نہ ہو کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کی قبولیت کا ایک مظہر ہے‘ جو انہوں نے کعبہ مشرفہ کی تعمیر کے وقت اپنے رب کے حضور پیش کی تھی:

’’اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنادے اور ہماری نسل سے ایک فرمانبردار امت پیدا کر اور ہم کو ہمارے دینی قاعدے بتلادے اور ہمارے حال پر توجہ رکھ یقیناً تو بڑا توجہ فرمانے والا بڑا مہربان ہے۔‘‘

(سورۂ بقرہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

’’درست دین ابراہیم کا جو یکسو تھے اللہ کے لئے اور مشرکین میں سے نہیں تھے۔‘‘

(سورۂ انعام)

’’میں نے اپنے رخ کو اللہ کے لئے

پھیر لیا' جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا' سب سے یکسو ہو کر اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔" (سورۃ انعام)

حنیفاً کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ساری مخلوق سے یکسو ہو کر صرف خالق جل وعلا کا دروازہ پکڑ لیا ہے' جس کے قبضہ اقتدار میں سب علویات وسفلیات ہیں' یہی وہ توحید خالص ہے جو ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی میں نمایاں ہے اور اسی نے ان کو کڑی سے کڑی آزمائش اور بڑے سے بڑے امتحان میں کامیاب وبامراد کیا:

"اور جب آزمایا ابراہیم کو ان کے رب نے کئی باتوں میں پھر انہوں نے وہ پوری کیں تب فرمایا: میں تجھ کو بناؤں گا لوگوں کا پیشوا۔" (سورۃ بقرہ)

"بلاشبہ یہ ایک کھلی ہوئی آزمائش ہے۔" (سورۃ صافات)

یہی توحید باری عشق ومحبت کی جان اور عبادت واطاعت کی حقیقی روح ہے' جو حج کے تمام افعال کے اندر جلوہ گر ہوتی ہے' اگر یہ نہ ہو تو حج محض ایک ظاہری شکل وصورت ہے جس کی کوئی روح اور حقیقت نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی اجر وثواب مرتب ہو سکتا ہے۔

طواف میں وحدت کی جلوہ نمائی:

طواف زیارت حج کا رکن ہے' اس کے بغیر حج ادا ہی نہیں ہو سکتا' اس میں بھی وحدت کی جلوہ نمائی عجیب ہی ہے' ایک لیلیٰ عشق ہے جو اپنے دیوانوں سے خراج محبت وصول کرتی ہے' دنیا سے آئے ہوئے عشق کے متوالوں اور توحید کے بادہ خواروں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جن کو حکم ہی یہی ہے کہ ایک خانہ کعبہ کا ایک متعین اور محدود وقت میں طواف کریں' ورنہ ان کا سفر بے سود اور دولت رائیگاں جائے گی۔

وقوف عرفہ کا اساسی کردار:

حدیث میں آتا ہے: "الحج هو العرفة" (وقوف عرفہ) حج کا دوسرا رکن ہے' اس کے بغیر بھی حج کا وجود قائم نہیں رہ سکتا' زوال سے غروب کے درمیان ہر ایک کا وہاں پہنچنا ضروری ہے' چاہے ایک لمحہ ہی کے لئے سہی۔

دنیا کے کسی ملک وقوم اور کسی رنگ ونسل سے تعلق رکھنے والا ہو' جب ایک مالک کے حکم' اتباع اور محبت میں سفر کیا ہے اور اسی کو ایک مانا ہے تو حکم ہے کہ مجھ کو ایک مان کر آنے والے سب اسی ایک میدان عرفات میں جمع ہو جائیں تب ہی قبولیت کا درجہ ملے گا یہی وہ جگہ ہے' جہاں نسل انسانی کے اجتماع کی بنیاد پڑی' جبکہ جنت سے دنیا میں آنے کے بعد آدم وحوا علیہما السلام کی پہلی ملاقات یہیں ہوئی' یہاں بھی وہی اجتماعیت ہے' بندوں نے خدا کو ایک مانا تو رب العالمین نے بھی اپنے سب منتخب بندوں کو ایک ساتھ دیکھنا پسند فرمایا' اور محبت کا امتحان بھی لیا کہ دوپہر کے وقت دھوپ کی تمازت اور تپش کی حالت میں بلایا اور تضرع وعاجزی' انابت وخشوع کو اس کی روح اور اساس قرار دیا' اسی طرح جبل رحمت پر ایک ساتھ حاضر ہو کر دعا کرنا' عرفات سے ایک ساتھ نکلنا اور مزدلفہ میں ایک ساتھ رات گزارنا پھر ایک ساتھ وہاں سے متحرک ہونا' پھر منیٰ میں قیام کرنا' قربانی کرنا' سرمنڈانا اور شیطان کو کنکری مارنا وغیرہ سارے ہی کام ایک ساتھ انجام دیئے جاتے ہیں یہ وحدت ومساوات نہیں تو اور کیا ہے؟

شب گریزاں ہے جلوۂ خورشید سے:

اسی طرح حج کا اتحادی واجتماعی پہلو اس سے بھی سامنے آتا ہے کہ جاہلیت میں قریش حاجیوں کے ساتھ عرفات نہیں جاتے تھے بلکہ حرم ہی میں رکے رہتے تھے' وہ کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ میں سے ہیں اور بیت اللہ کے محافظ ومجاور ہیں' ان کا منشا یہ تھا کہ وہ بقیہ لوگوں سے ممتاز رہیں' اپنی پوزیشن اور حیثیت اور جو امتیاز وفوقیت ان کے خیال میں ان کو حاصل تھی' اس کو برقرار رکھیں' اللہ نے اس جاہلی اور نسلی امتیاز کو ختم کیا اور ان کو حکم دیا کہ جس طرح اور لوگ کرتے ہیں وہی وہ بھی کریں اور عرفات میں قیام کریں' ارشاد فرمایا: "ثم افيضوا من حيث افاض الناس" ہاں تو تم وہاں جاکر واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں۔

امام بخاریؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قریش اور وہ لوگ جو ان کے طریقہ پر تھے' مزدلفہ میں ٹھہرتے تھے اور ان کو "حمس" کہا جاتا تھا۔

بقیہ سب عرفات میں قیام کرتے تھے' جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ عرفات میں جائیں اور وہاں قیام بھی کریں' پھر سب کے ساتھ وہاں سے واپس ہوں۔

اور حجۃ الوداع کے خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مساوات کا درس بھی دیا تھا اور ارشاد فرمایا:

"لا فضل لعربي على لعجمي ولا لعجمي على عربي ولا لابيض على اسود ولا لا سود على ابيض الا بالتقوىٰ ان اكرمكم عندالله اتقاكم."

میدان عرفات سے اس کا اعلان اسلامی درس وموعظت کے ساتھ حج کی اجتماعیت ووحدت کا ایک مرکزی پیغام بھی ہے۔

مورخ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے عرب کے جاہلی معاشرہ کا نقشہ اس طرح

کھینچا ہے: عہد جاہلیت میں حج کا موسم ایک دوسرے پر فخر کرنے اور مناظرہ ومقابلہ کا اسٹیج بن گیا تھا' جس طرح ''عکاظ' ذوالمجنہ اور ذوالمجاز'' کے بازار اور میلے تھے۔ اہل جاہلیت ہر ایسی تقریب اور ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے تھے' جہاں قبائل کو جمع ہوکر قصیدہ خوانی اور لن ترانی کا موقع مل سکے اور اپنے آباؤ اجداد کے کارنامے بڑھ چڑھ کر بیان کئے جائیں۔ منیٰ کا اجتماع اس جاہلی جذبہ کی تسکین کا بہترین ذریعہ تھا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو منع فرمایا' اور اس کا بہترین بدل عنایت فرمایا اور آباؤ اجداد سے بڑھ کر اپنا ذکر کرنے کو اور ایک ساتھ کرنے کو ارشاد فرمایا۔ (ارکان اربعہ)

وحدت حج پر اجمالی نظر:

حج ایسی عبادت ہے جس میں دنیا بھر سے آئے مختلف نسل وقوم کے لوگ ہوتے ہیں ایک کو دوسرے کا دکھ درد جاننے' احوال کو پہچاننے اور دینی احوال سے باخبر ہونے' نیز بڑے بڑے علمائے دین سے معلومات کا زریں موقع فراہم ہوتا ہے' کیونکہ وہاں مختلف زبانوں کے علماء جمع ہوجاتے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ محض دین کی بنیاد پر الفت وموانست پیدا ہوتی ہے جس سے اتحاد وتوافق اور یکسانیت کا رنگ غالب ہوتا ہے۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ حج ایک ایسی ہمہ گیر عبادت ہے' جس کے امتیازات وخصوصیات' دروس و عبر' اور فوائد وثمرات کا احاطہ دشوار ہے' جو خود باری تعالیٰ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے:

''اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو لوگ تمہارے پاس پیدل بھی آئیں گے اور دبلی اونٹنیوں پر بھی جو دور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی تاکہ اپنے فوائد کے لئے آموجود ہوں۔'' (سورۂ حج)

اس موقع پر منافع کو مطلق بولا گیا ہے اور اس کے لئے نکرہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے' اس بلیغ تعبیر سے منافع کی کثرت اور تنوع اور ہر دور میں اس کی بولتی ہوئی قسموں' راستوں' طریقوں اور پہلوؤں کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے' جس کا شمار ناممکن ہے' ان ہی منافع میں سے ایک وحدت و مساوات اور عشق خداوندی ہے' جس کی عجیب و غریب کرشمہ سازی حج کے تمام اعمال ومناسک میں ابتداء سے انتہا تک نمایاں نظر آتی ہے' کیونکہ باری تعالیٰ نے اس کو مثابت اور جائے امن بنایا ہے۔ ارشاد ہے:

''اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لئے ایک مقام رجوع اور مقام امن مقرر کیا۔'' (سورۂ بقرہ)

ان دوررس اثرات ونتائج کی روشنی میں یہ کہنا مبنی برحقیقت ہوگا کہ جب تک حج باقی ہے (اور وہ انشاء اللہ قیامت تک باقی رہے گا) اس وقت تک مسلمانوں کو یہ قومیتیں اور غیر اسلامی دعوتیں نگل لینے میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتیں اور وہ ان کا لقمہ تر نہیں بن سکتے اور اپنے اپنے ملکوں میں جن سے ان کو اپنے فطری جذبات اور قومی عصبیت کے لحاظ سے فطری محبت ہوتی ہے کوئی ایسا نیا کعبہ بنانے میں کامیاب نہیں ہوسکتے' جو حج کی جگہ لے لے' اس کی وحدت واجتماعیت اور جملہ حقائق کی جگہ دوسرے مخالف جذبات قائم کرسکے اور نہ ایسی جگہ جہاں سارے مسلمان اس کے گرد جمع ہوجائیں' یہ قبلہ ہمیشہ ایک ہی رہے گا' مکہ کی جانب مشرق ومغرب اور عرب وعجم کے تمام رہنے والے اپنا رخ کریں گے' یہ بیت اللہ بھی ہمیشہ ایک ہی رہے گا جس کی جانب مشرق ومغرب اور عرب وعجم کے تمام رہنے والے اپنا رخ کریں گے' یہ بیت اللہ بھی ہمیشہ ایک ہی رہے گا' جس کے حج کے لئے ہندی' افغانی' یورپی وامریکی مسلمان سب برابر جاتے رہیں گے' اور تقرب الٰہی' عشق حقیقی کی دولت کے ساتھ اخوت ومساوات کا درس لیتے رہیں گے۔

البتہ اس کے لئے توفیق خداوندی' طلب صادق' عزم جواں' جذبہ بیدار شرط ہے' کیونکہ ساقی بھی ظرف قدح خوار دیکھ کر ہی جرعہ نوشی کی اجازت دیتا ہے۔

تقدیر باندازۂ ہمت ہے ازل سے:

لہٰذا ہر حاجی کو چاہئے کہ عبرت کی نگاہیں کھلی رکھے' جہاں گناہوں کی مغفرت' عشق حقیقی کی لذت' توحید باری کی حلاوت دلوں میں بسائے ہوئے لوٹنا ہے' وہیں چاہئے کہ دل میں رحمت عالم' ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت لے کر سنت کی پابندی کا عہد کرتے ہوئے لوٹے' اللہ کی وحدانیت کے ساتھ رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی کثرت زبان پر ہو' کیونکہ یہ سب کچھ ان ہی کی رحمت و رافت کے صدقے امت کو ملا ہے اور تاقیامت ملتا رہے گا' اور روز حشر انشاء اللہ شفاعت کی صورت میں حاصل ہوگا۔

اور یہی نہیں بلکہ اسی کے ساتھ ہر ہر قدم پر غور کرے اور ساری سوغات اور پیغامات کے ساتھ اگر وحدت واجتماعیت' اخوت ومساوات اور ملی اتحاد کا درس حاصل ہو (اور وہ ضرور حاصل ہوگا انشاء اللہ) تو اس کو تازندگی قائم رکھے اور اپنے خاندان' معاشرہ' سوسائٹی اور ملت وقوم تک منتقل کرنے کی کوشش کرے کیونکہ یہ مناسک حج سے حاصل ہونے والی ایسی متاع گرانمایہ اور انمول میراث ہے کہ دنیا والوں تک منتقل کرنا ہی اس کا حق ہے۔ واللہ والموفق والمعین۔

☆☆..........☆☆

حج کا سب سے اہم مقصد

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تجدید تعلق

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

حج کا ایک بڑا اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ ملت حنیفی کے امام اور مؤسس حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تجدید تعلق کیا جائے' ان کی میراث کی حفاظت کی جائے' ان کی زندگی اپنے سامنے رکھ کر زندگی کا موازنہ کیا جائے' مسلمانوں کی حالت کا جائزہ لیا جائے اور ان کی زندگی میں جو غلطیاں' فساد اور تحریف نظر آئے اس کو دور کیا جائے اور اس کے اصل سرچشمہ کی طرف رجوع کیا جائے' اس لئے کہ حج ایک قسم کا سالانہ اجتماع ہے' جس کے ذریعہ مسلمان اپنے اعمال اور اپنی زندگی کا احتساب و تجزیہ کر سکتے ہیں اور ان قوتوں اور سوسائٹیوں کے اثرات سے چھٹکارا پا سکتے ہیں' جن کے بیچ میں وہ رہتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

''(حج کے مقاصد میں) اس میراث کی حفاظت بھی ہے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے ہمارے لئے چھوڑی ہے' اس لئے کہ یہ دونوں ملت حنیفی کے امام اور اس کے مؤسس اور بانی کہے جاسکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بھی اسی لئے ہوئی تھی کہ ملت حنیفی آپ کے ذریعہ دنیا میں غالب آئے اور اس کا پرچم بلند ہو۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ملت ابیکم ابراھیم''

ترجمہ: ''ملت ہے تمہارے باپ ابراہیم کی۔''

اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس ملت کے امام سے جو چیزیں ہم کو ملی ہیں مثلاً خصائل فطرت اور مناسک حج' اس کی ہم حفاظت کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اپنے مشاعر (مقامات حج) پر ٹھہرو' اس لئے کہ تم اپنے باپ کی ایک وراثت کے وارث ہو۔''

حضرت ابراہیمؑ کے قصہ کی حج میں تمثیل:

حج کی سب سے نمایاں اور دلکش تصویر اور وہ روح جو اس کے تمام اعمال و مناسک میں جاری و ساری نظر آتی ہے' وہ عشق وشوریدگی' مرمٹنے اور قربان ہوجانے کا جذبہ ہے' اس میں جسم وعقل کی لگام دل اور جذبات کے حوالہ کر دی جاتی ہے اور عشاق ومحبین اور ان کے امام وپیشوا ابراہیم خلیل اللہ کی ہر ہر ادا کی نقل کی جاتی ہے' کبھی بیت اللہ کے طواف کا شوق ہوتا ہے' کبھی حجر اسود کا بوسہ' کبھی صفا ومروہ میں ماں کی ماتا' جوش اضطراب کی اس طرح نقل کی جاتی ہے' جہاں وہ دوڑی تھیں' اس جگہ دوڑا جاتا ہے اور جہاں وقار و متانت کے ساتھ چلی تھیں' وہاں اسی طرح چلا جاتا ہے' پھر منیٰ روانگی کا حکم ہے' اس کے بعد عرفات کے میدان اور پہاڑی کے دامن میں ٹھہرنا اور دل کھول کر اور رو رو کر دعا ومناجات کی ہدایت ہے' رات مزدلفہ میں گزاری جاتی ہے' اس کے بعد منیٰ واپسی ہوتی ہے اور یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید وپیروی میں کیا جاتا ہے' لیکن اس عشق ومحبت اور تقلید کی سب سے واضح تصویر رمی جمرات ہے جو صرف ایک ایسے فعل کی تقلید ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے صادر ہوا تھا' عشاق ومحبین کی تقلید ایک متعدی طاقت ہے' اس کی نقل کرنے والے میں بھی وہی جذبات محبت منتقل ہوجاتے ہیں اور گویا بجلی کے سوئچ یا پاور ہاؤس سے اس کا تعلق ہوجاتا ہے' جس سے تمام تاروں میں بجلی دوڑ جاتی ہے اور پورے شہر کو جگمگا دیتی ہے' یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت کو متوجہ کرنے کا بہترین اور بہت موثر ذریعہ ہے' جس نے اس محبت کا مزہ چکھا ہے' اس کے لئے اس منظر سے زیادہ پرکیف اور دلفریب منظر کوئی نہیں ہوسکتا' جب وفا شعار اور جاں نثار عشاق ومحبین اس کہانی کو دہراتے اور ان واقعات کی نقل کے لئے اس سرزمین میں جمع ہوتے ہیں' جو اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ وہی تمام چیزوں کو عدم سے وجود میں لاتا ہے' وہی اسباب پیدا کرتا ہے اور وہی ان کا مالک ہے' وہ جب چاہتا ہے اسباب کو مسببات سے جدا کرتا ہے اور اشیاء سے ان کے خواص کو سلب بھی کر لیتا ہے اور ان سے وہ چیزیں ظاہر کرتا ہے اور جس کام پر چاہتا ہے لگا دیتا ہے' لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کی بھٹی تیار کی اور کہا کہ ''انہیں تو جلا دو اور اپنے ٹھاکروں کا بدلہ لے لو اگر تمہیں (کچھ) کرنا ہے'' لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ آگ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے تابع ہے' جلانا اس کی مستقل بالذات صفت نہیں ہے' جو کبھی اس سے جدا نہیں

ہو سکتی' ایک اضافی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں امانت کے طور پر رکھی ہے' اس کی لگام اسی کے ہاتھ میں ہے' جب چاہے ڈھیل دے دے' جب چاہے کھینچ لے اور اسی آگ کو دیکھتے دیکھتے گلستان اور چمنستان بنا دے' اس ایمان و یقین کے ساتھ وہ اس میں اطمینان کے ساتھ داخل ہو گئے اور وہی ہوا جو انہوں نے سوچا تھا:

''ہم نے حکم دیا: اے آگ! تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابراہیم کے حق میں اور (لوگوں نے) ان کے ساتھ برائی کرنا چاہی تھی' سو ہم نے انہیں (لوگوں) کو ناکام کر دیا۔''

لوگوں کا عام عقیدہ اور تجربہ یہ تھا کہ زندگی وافر پانی' زرخیز مٹی' کھیت و باغات پر قائم ہے' چنانچہ وہ اپنے بتوں اور خاندانوں کے لئے ان شہروں اور ملکوں کی تلاش میں رہتے تھے' جو وطن بنانے کے لائق ہوں اور وہاں کی زمین بہت زرخیز اور سرسبزی و شادابی خوب ہو' پانی وافر مقدار میں ملے' تجارت اور صنعت کاروبار کے لئے سہولتیں حاصل ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس عقیدے و تجربہ اور دستور و رواج کے خلاف بغاوت کی اور خود عمل کر کے دکھایا' انہوں نے اپنے مختصر خاندان کے لئے جو ماں بیٹے پر مشتمل تھا' ایک ایسی وادی غیر ذی زرع (بے آب و گیاہ وادی) کا انتخاب کیا' جس میں نہ زراعت کی صلاحیت تھی' نہ تجارت کا موقع' وہ دنیا سے منقطع' تجارتی مراکز اور شاہراہوں اور دولت اور خوشحالی کے علاقوں سے بہت دور واقع تھی' یہاں پہنچ کر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کے رزق میں کشائش پیدا فرمائے' دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور ہر طرح کے پھل بغیر اسباب اور عام راستوں کے وہاں پہنچتے رہیں انہوں نے یہ دعا کی:

''اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد کو بے زراعت میدان میں آباد کر دیا ہے' تیرے معظم گھر کے قریب (یہ اس لئے) اے ہمارے پروردگار! کہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں' سو تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کھانے کو پھل دے' جس سے یہ شکر گزار رہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ایسی قبول فرمائی کہ رزق اور امن دونوں چیزوں کی ضمانت کر دی اور ان کے شہر کو ہر قسم کے پھلوں اور اپنی مختلف نعمتوں کا مرکز بنا دیا:

''کیا ہم نے ان کو امن و امان والے حرم میں جگہ نہیں دی' جہاں ہر قسم کے پھل کھنچے چلے آتے ہیں ہمارے پاس بطور کھانے کے لئے لیکن ان میں سے اکثر لوگ اتنی بات بھی نہیں جانتے۔''

''چاہئے تھا کہ اس (خانہ کعبہ) کے مالک کی عبادت کریں' جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور انہیں خوف سے امن دیا۔''

انہوں نے اپنے گھر والوں کو ایک ایسی زمین میں لا کر چھوڑ دیا جہاں حلق تر کرنے کے لئے پانی بھی نہ تھا' لیکن ایسی ریگستانی اور پتھریلی زمین سے اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ جاری فرمایا' ریت سے پانی خود بخود ابلنے لگا اور بغیر کسی توقف کے آج تک اسی طرح جاری ہے' لوگ جی بھر کر اس کو پیتے ہیں اور بھر بھر کر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

وہ اپنے گھر والوں کو ایک ایسی ویران وغیر آباد جگہ چھوڑ دیتے ہیں' جہاں آدمی کا سایہ بھی نظر نہیں آتا' لیکن دیکھتے دیکھتے وہ جگہ ایسی معمور و آباد ہو جاتی ہے کہ دنیا کے ہر علاقے کے لوگ وہاں دیکھے جا سکتے ہیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی ان کی عہد اور ان کے سوسائٹی کی حد سے بڑھی ہوئی مادیت اور اسباب کی پرستش کے خلاف ایک چیلنج تھی۔

☆☆.........☆☆

مولانا عزیز الرحمن جالندھری کے اہل خانہ سے اظہار تعزیت

گوجرانوالہ.... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع گوجرانوالہ کا اجلاس امیر ضلع پیر طریقت مولانا محمد اشرف مجددی کی صدارت میں ہوا، جس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری کی اہلیہ، مرحوم مرکزی امیر خطیب ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری کی بہو اور محمد ہارون جالندھری کی والدہ ماجدہ کے انتقال پر اظہار تعزیت کیا گیا اور مرحومہ کے لئے خصوصی دعا کی گئی۔ اجلاس سے مولانا مفتی غلام نبی، مولانا محمد عارف شامی، مولانا حافظ محمد یوسف عثمانی، سید احمد حسین زید، حافظ محمد معاویہ، مولانا قاری عبدالغفور آرائیں، پروفیسر حافظ محمد انور، مولانا محمود الرشید قدوسی، مولانا عبدالمجید، حاجی عمران رفیق، حافظ احسان الواحد اور حافظ محمد عدنان نے خطاب کیا۔ دریں اثنا مدرسہ تعلیم القرآن ختم نبوت ہاشمی کالونی، مدرسہ ابوایوب انصاری سرفراز کالونی، مدرسہ حفصہ للبنات ختم نبوت چمن شاہ اور مدرسہ تعلیم القرآن ختم نبوت چمن شاہ میں مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی اور خصوصی دعا کی گئی۔ علاوہ ازیں پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی، پاکستان علماء کونسل کے راہنماؤں محمد ایوب صفدر، مولانا امجد محمود معاویہ، رانا محمد کفیل خاں، جمعیت علماء اسلام کے راہنماؤں مولانا قاری محمد رفیق عابد علوی، چوہدری بابر رضوان باجوہ، حاجی ریاض شاہد، محمد عثمان، حکیم محمد کوثر، مولانا صبغت اللہ، مولانا سید علاؤ الدین، مولانا صاحبزادہ حافظ فضل الرحمن عابد، محمد عثمان منصوری اور مولانا حافظ حفیظ الرحمن شاہ نے اپنے بیان میں مرحومہ کی رحلت پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے مولانا عزیز الرحمن جالندھری اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا ہے۔

چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

(وفات: ۲۱ر اگست ۱۹۶۱ء)

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنماؤں میں مولانا تاج محمودؒ بھی تھے۔ آپ نے تحریر فرمایا:

"مجلس تحفظ ختم نبوت کے پہلے امیر اور سربراہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ منتخب ہوئے۔ حق یہ ہے کہ وہ اس جماعت کے بانی بھی تھے اور سربراہ بھی۔ شاہ جیؒ کے آباؤ اجداد سرزمین بخارا سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے بڑے بزرگوں میں سے کوئی صاحب کشمیر آکر آباد ہوگئے تھے۔"

شاہ جیؒ کے والد اور والدہ دونوں گھرانے حافظ اور عالم تھے۔ شاہ جیؒ کے والد حافظ سید ضیاء الدین ناگڑیاں ضلع گجرات میں رہنے لگے تھے۔ آپ کی والدہ بزرگوار پٹنہ کے ایک سید خاندان سے تھیں۔ شاہ جیؒ کا بچپن اپنے ننھیال پٹنہ میں گزرا تھا۔ حق تعالیٰ نے زبان بیان کے جوہر بچپن ہی میں عطاء کر دیئے تھے۔ تعلیم کے سلسلہ میں امرتسر میں رہے۔ پھر وہیں قیام اختیار کر لیا۔ ابتداء میں اصلاحی مضامین پر تقریریں کرتے تھے۔ حق تعالیٰ نے بے پناہ مقبولیت بخشی تو مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ کی دعوت پر قومی تحریکوں اور جلسوں میں حصہ لینے لگے۔ پنجاب کے حریت فکر رکھنے والے مسلمان رہنماؤں نے کانگریس سے علیحدہ اپنی جماعت مجلس احرار اسلام بنائی تو اس کے بانی ممبر کی حیثیت سے اس میں شامل ہوگئے۔ جن ہندوستانی رہنماؤں نے برصغیر کی تحریک آزادی کے لئے کام کیا، قربانیاں دیں اور لوگوں میں بیداری پیدا کی، شاہ جیؒ ان میں ہر لحاظ سے سرفہرست تھے۔ زندگی کا ایک چوتھائی، جیلوں میں بسر ہوا۔ خود ان کے بقول "میری زندگی جیل، ریل اور تمہارے اس کھیل میں گزر گئی۔" مسلمانوں میں سیاسی، سماجی اور اقتصادی بیداری پیدا کرنے کے سلسلہ میں شاہ جیؒ نے بڑی خدمات سرانجام دی ہیں۔ شاہ جیؒ واحد رہنما، تھے جو مسلمانوں کو اخبار پڑھنے اور ملکی حالات میں دلچسپی لینے کی ترغیب دیتے تھے۔ دیہات اور قصبات میں مسلمانوں کو کہہ کر دوکانیں کھلواتے۔ جب کہ مسلمان اس وقت دوکانداری کرنا عیب سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کی معاشرتی اور سماجی طور پر بڑی خدمت کی۔ آزادی وطن کے بعد کا جو نقشہ ان کے ذہن میں تھا، اس پر اب بحث عبث ہے۔ لیکن انہیں اس بات کا بہت دکھ تھا کہ انگریزوں نے ہندوستان مسلمانوں سے چھینا تھا۔ پھر انگریزوں کو نکالنے کے لئے سب سے زیادہ قربانیاں بھی مسلمانوں نے ہی دی تھیں۔ سراج الدولہ، سلطان ٹیپو سے لے کر ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء تک لاکھوں مسلمان آزادی کے لئے قربان ہوئے، جیلیں کاٹیں، گولیاں کھائیں، پھانسی کے پھندوں کو چومتے رہے۔ لیکن اب جب ملک آزاد ہوگا تو وہ مسلمانوں کا ملک کس کو ملے گا۔

درمیان میں ایک عظیم متحد خطہ اور بہت بڑی سلطنت بکرماجیت کا تخت بچھا کر ہندو کے حوالے کی جائے گی۔ دائیں بائیں دو بکھرے ہوئے اور ایک دوسرے سے ایک ہزار میل دو ٹکڑے مسلمانوں کے حوالے ہوں گے جو ایک دوسرے کے دکھ مصیبت میں شریک نہیں رہ سکیں گے۔ انہیں خواجہ اجمیریؒ، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہؒ اور ان کے نورانی گھرانے اور دوسرے ہزارہا صلحاء کے مزاروں کا کفرستان میں رہ جانا سمجھ میں نہ آتا تھا۔ وہ اس کے لئے بھی تڑپ جایا کرتے تھے کہ دہلی کی جامع مسجد، مسلمانوں کی عظمت کا نشان لال قلعہ، آگرہ کا تاج محل اور ایسی ہزاروں عظمتیں ہندو کے سپرد ہوں گی۔ دیوبندیوں کا دیوبند، بریلیوں کا بریلی، علی گڑھیوں کا علی گڑھ، جامعیوں کا جامعہ، ندویوں کا ندوہ، فرنگی محلیوں، بدایونیوں کے علمی اور روحانی مراکز کفرستان میں چلے جائیں گے۔ لیکن جب پاکستان معرض وجود میں آگیا تو ان کی عظمت دیکھئے۔ تمام معتقدین، متوسلین ساتھیوں اور محبت رکھنے والوں کو کھل کر فرما دیا۔ "جناب محمد علی جناح اور ہمارے درمیان سیاسی رائے کا اختلاف تھا۔ ایک ان کی رائے تھی ایک ہماری رائے۔ دونوں دیانت پر مبنی تھیں۔ ان کی بات کو قوم کی اکثریت نے قبول کر لیا۔ ہماری بات کو ماننے سے اکثریت نے انکار کر دیا۔ اب تحریک آزادی کی ابتداء سے لے کر [illegible] تک کی مسلمانوں کی تمام محنتوں، قربانیوں اور کاوشوں کا صلہ پاکستان ہے۔ اس ملک کا حکم ایک مسجد کا ہے، جو اب بن گئی

ہے۔ اب اس کا آباد کرنا باعث اجر وثواب اور اس کا گرانا یا اسے نقصان پہنچانا حرام اور باعث عذاب ہے۔" شاہ جیؒ انتہائی خوددار، غیرت مند، بہادر اور جری انسان تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں پیغمبرانہ وجاہت عطاء فرمائی تھی۔ ان کا وجود اور سراپا قدرت کا شاہکار تھا۔ زبان سے بولتے نہیں، موتی رولتے تھے۔ آواز میں قدرت نے جادو بھر دیا تھا۔ حافظہ خدا کی عطاء تھی۔ ان کے بیان کی اثر آفرینی مالک کی دین تھی۔ وہ تقریر کیا کرتے لوگوں کے ہوش وخرد کو شکار کر لیتے۔ ان کے حواس پر شاہ جی کا قبضہ ہو جاتا۔ چاہتے تو مجمع کو رلا دیتے اور چاہتے تو انہیں ہنسا دیتے۔ عموماً ان کی تقریر رات ۱۰، ۱۱ بجے شروع ہوتی۔ وہ خود اور ان کے تمام سامعین رات بھر خدا جانے کہاں چلے جاتے۔ صبح کی اذان ہوتی تو فرماتے: "اور وہ صبح ہوگئی۔ مؤذن، تیری آواز کے اور مدینے" اور پھر تقریر کے ختم کرنے کا اعلان کرتے تو ایک کہرام بپا ہو جایا کرتا۔ شاہ جیؒ تھوڑی دیر اور بیان کریں اور شاہ جیؒ کہتے نہیں، زندہ رہا تو انشاء اللہ پھر کبھی آؤں گا اور تقریر سناؤں گا۔ شاہ جیؒ کی دیانت، امانت مثالی تھی۔ وہ حضور ﷺ کے ارشاد "الفقر فخری" کی تصویر تھے۔ عظیم شخصیت ہوتے ہوئے بھی غریب کارکنوں، ساتھیوں اور رضاکاروں سے گھل مل کر رہتے۔ حضور اکرم ﷺ کا عشق ان کے رونگٹے رونگٹے میں رچا بسا ہوا تھا۔ حضور ﷺ کا نام اتنے ادب سے لیتے کہ سامع کے دل میں حضور ﷺ کے لئے مقام واحترام پیدا ہوتا۔

انگریز کے دشمن تھے اور انگریزوں کے دشمنوں کو سر آنکھوں پر بٹھانے والے، جھوٹ اور چوری ان کے ہاں ناقابل معافی گناہ تھا۔ جھوٹے اور چور کو قریب بھی بھٹکنے نہ دیتے تھے۔

"مجلس تحفظ ختم نبوت" کے حصے میں ان کے بڑھاپے، بیماری اور معذوری کا زمانہ آیا۔ لیکن انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے عشق اور محبت کے جذبہ کے تحت جماعت کے لئے دن رات کام کیا۔ ملک کے کونے کونے میں جماعتیں قائم ہوئیں۔ دفاتر کھولے گئے، رضاکار بھرتی کئے گئے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت انہی کی قیادت میں لڑی گئی، اس میں شک نہیں کہ بظاہر وہ تحریک کامیاب نہ ہو سکی۔ لیکن ۱۹۷۴ء کی کامیابی کی بنیاد اسی تحریک میں پیش کی جانے والی قربانیاں ہی ثابت ہوئیں۔

مجلس احرار اسلام کے چمن کی آبیاری بھی زندگی بھر انہوں نے ہی کی تھی اور آخری عمر میں "مجلس تحفظ ختم نبوت" کا گلستان سدا بہار بھی وہ ہی اپنے ہاتھوں سے آباد کر گئے۔ ویسے تو شاہ جیؒ مجلس کے روح رواں تھے۔ ۱۳۳۱ھ سے جو قافلہ حبیب ہال لاہور میں مرتب اور منظم ہوا تھا اس گلدستہ کے گل سر سبد ہمیشہ وہی رہے تھے۔ تاہم ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی قید وبند کی ابتلاء سے رہائی کے بعد جب ہم دوبارہ اکٹھے ہوئے اور بے پناہ قربانی کرنے کے باوجود جب ہم نے مل کر عہد کیا کہ جب تک مسئلہ ختم نبوت کو حل نہیں کیا جائے گا اس وقت تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

۱۳ر دسمبر ۱۹۵۴ء کو ملتان میں ایک اجلاس ہوا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی باقاعدہ تشکیل اور ترتیب درست کی گئی۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو جماعت کا باقاعدہ امیر منتخب کیا گیا۔ ۲۱ر اگست ۱۹۶۱ء کو شاہ جیؒ کی وفات کا سانحہ پیش آیا۔ اس لحاظ سے شاہ جی ۱۴ر ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ، مطابق ۱۳ر دسمبر ۱۹۵۴ء سے ۹ر ربیع الاول ۱۳۸۱ھ، مطابق ۲۱ر اگست ۱۹۶۱ء تک مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے ۶ سال ۸ ماہ ۹ دن باقاعدہ امیر اور سربراہ رہے۔" (ہفت روزہ لولاک فیصل آباد، سید بخاری نمبر ص:۶۷، مؤرخہ یکم جنوری ۱۹۷۸ء)

متفرقات:

ذیل میں حضرت امیر شریعتؒ سے متعلق تحریک ختم نبوت کے متفرق واقعات پیش خدمت ہیں:

۞......۱۹۳۶ء میں چیف جسٹس کے سامنے مسٹر سلیم ایڈووکیٹ جنرل کے ایک سوال پر شاہ صاحبؒ نے فرمایا: "ہاں! میں نے مرزا غلام احمد کو ہزاروں مرتبہ کافر کہا ہے، کہتا ہوں، اور کہتا رہوں گا، یہ میرا مذہب ہے۔"

(سوانح حیات بخاری، از خان کابلی)

اسی عدالت میں فرمایا کہ: "میرے مرنے کے بعد میری قبر پر بھی آکر کسی نے سوال کیا کہ مرزا قادیانی کون تھا؟ تو میری قبر کے ذرے ذرے سے آواز آئے گی کہ مرزا کافر تھا، اس کے ماننے والے سب کافر ہیں۔"

۞......مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے فرمایا کہ: مسٹر جسٹس منیر نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ایک دن حضرت امیر شریعتؒ سے عدالت کے کٹہرے میں پوچھا کہ: "سنا ہے آپ کہتے ہیں کہ اگر مرزا قادیانی میرے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کرتا تو میں اسے قتل کر دیتا؟" شاہ جیؒ نے برجستہ فرمایا کہ: "اب کوئی کر کے دیکھ لے۔" اس پر عدالت میں سامعین نے نعرہ تکبیر لگایا، "اللہ اکبر" کی صدا سے ہائی کورٹ کے در و دیوار گونج اٹھے۔ جسٹس منیر سر پٹاتے ہوئے بولا کہ: "توہین عدالت!" شاہ جیؒ نے زناٹے دار آواز میں فرمایا کہ: "توہین رسالت!" اس پر پھر عدالت میں "تاج وتخت ختم نبوت زندہ باد" کی صدا بلند ہوئی، جج نے سر جھکا لیا، باطل ہار گیا، حق جیت گیا۔ (جاری ہے)

”محمد رسول اللہ“ کا قادیانی تصور

(۴)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

۱۲:......عقیدہ: آگے سے بڑھ کر:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار بدر جلد نمبر ۲، نمبر ۴۳ مورخہ ۲۵/اکتوبر ۱۹۰۶ء)

قاضی اکمل قادیانی، مرزا غلام احمد قادیانی کے پُرجوش مرید تھے انہوں نے یہ نظم لکھ کر اور قطعہ کی شکل میں فریم کرا کر مرزا غلام احمد قادیانی کی خدمت میں پیش کی، مرزا غلام احمد قادیانی اس پر بے حد خوش ہوئے اور انہیں بہت ہی دعائیں دیں، بعدازاں اسے گھر لے گئے غالباً ان کی دیوار کی زینت بنی ہوگی، قادیان کے اخبار بدر میں بھی اس کو شائع کیا گیا، قادیانی حضرات کی عبرت کے لئے یہاں پوری نظم درج کی جاتی ہے:

امام اپنا عزیزو اس جہاں میں
غلام احمد ہوا دارالاماں میں
غلام احمد ہے عرش رب اکبر
مکاں اس کا ہے گویا لامکاں میں
غلام احمد رسول اللہ ہے برحق
شرف پایا ہے نوع انس و جاں میں
غلام احمد کا جو خادم ہے دل سے
بلاشک جائے گا باغ جناں میں
تسلی دل کو ہوجاتی ہے حاصل
یہ ہے اعجاز احمد کی زباں میں
بھلا اس معجزے سے بڑھ کے کیا ہو
خدا اک قوم کا مارا جہاں میں
قلم سے کام جو کرکے دکھایا
کہاں طاقت تھی یہ سیف و سناں میں
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں
غلام احمد مختار ہوکر
یہ رتبہ تو نے پایا ہے جہاں میں
تیری مدحت سرائی مجھ سے کیا ہو
کہ سب کچھ لکھ دیا راز نہاں میں
خدا سے تو، خدا تجھ سے ہے واللہ
ترا رتبہ نہیں آتا بیاں میں

۱۳:......عقیدہ: مصطفیٰ میرزا:

صدی چودھویں کا ہوا سر مبارک
کہ جس پہ وہ بدر الدجیٰ بن کے آیا
محمد پئے چارہ سازی امت
ہے اب احمد مجتبیٰ بن کے آیا
حقیقت کھلی بعث ثانی کی ہم پر
کہ جب مصطفیٰ میرزا بن کے آیا

(الفضل مورخہ ۲۸/مئی ۱۹۲۸ء بحوالہ قادیانی مذہب ص ۲۶۸)

۱۴:......عقیدہ: استاذ شاگرد:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معلم ہیں اور مسیح موعود مرزا قادیانی، ایک شاگرد، شاگرد خواہ استاذ کے علوم کا وارث پورے طور پر بھی ہوجائے، یا بعض صورتوں میں بڑھ بھی جائے (جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی بقول خود بہت سی باتوں میں بڑھ گئے، ناقل) مگر استاذ بہرحال استاذ رہتا ہے اور شاگرد شاگرد ہی۔“ (تقریر میاں محمود صاحب مندرجہ الحکم قادیان ۲۸/اپریل ۱۹۱۴ء بحوالہ قادیانی مذہب ص ۳۴۴)

۱۵:......عقیدہ: ہتک استہزاء:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعث اول میں آپ کے منکروں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا، لیکن آپ کی بعث ثانی میں آپ کے منکروں کو داخل اسلام سمجھنا، یہ آنحضرت کی ہتک اور آیات اللہ سے استہزاء ہے، حالانکہ خطبہ الہامیہ میں حضرت مسیح موعود نے آنحضرت کی بعث اول و ثانی کی باہمی نسبت کو ہلال اور بدر کی نسبت سے تعبیر فرمایا ہے۔“ (الفضل ۱۵/جولائی ۱۹۱۵ء، بحوالہ قادیانی مذہب ص ۳۴۷)

۱۶:......عقیدہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرزا قادیانی پر ایمان لانے کا عہد:

الف:

خدا نے لیا عہد سب انبیاء سے
کہ جب تم کو دوں میں کتاب

پھر آئے تمہارا مصدق پیغمبر
تو ایمان لاؤ' کرو اس کی نصرت
کہا کیا کرتے ہو اقرار محکم
وہ بولے مقر ہے ہماری جماعت
کہا حق تعالیٰ نے شاہد رہو تم
یہی میں بھی دیتا رہوں گا شہادت
جو اس عہد کے بعد کوئی پھرے گا
بنے گا وہ فاسق اٹھائے گا ذلت
لیا تھا جو میثاق سب انبیاء سے
وہی عہد حق نے لیا' مصطفیٰ سے
وہ نوح و خلیل و کلیم و مسیحا
سبھی سے یہ پیمان محکم لیا تھا
مبارک! اعامت کا موعود آیا
وہ میثاق ملت کا مقصود آیا
کریں اہل اسلام اب عہد پورا
بنے آج ہر ایک عبدالشکورا

(الفضل مورخہ ۲۶/ فروری ۱۹۲۴ء بحوالہ قادیانی مذہب ص:۳۴۰)

ب: واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین ۳/۱۷

جب اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا (النبیین میں سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام شریک ہیں' کوئی نبی بھی' مستثنیٰ نہیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس النبیین کے لفظ میں داخل ہیں) کہ جب کبھی تم کو کتاب وحکمت دوں (یعنی کتاب سے مراد توریت و قرآن کریم ہے' اور حکمت سے مراد سنت ومنہاج نبوت وحدیث شریف ہے) پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے جو مصدق ہو ان تمام چیزوں کو جو تمہارے پاس کتاب وحکمت سے ہیں (یعنی وہ رسول مسیح موعود (مرزا غلام احمد) ہے۔ جو قرآن وحدیث کی تصدیق کرنے والا ہے' اور وہ صاحب شریعت جدیدہ نہیں ہے' اے نبیو! تم سب ضرور اس پر ایمان لانا' اور ہر ایک طرح سے اس کی مدد فرض سمجھنا' (جب تمام انبیاء علیہم السلام کو مجملاً حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا فرض ہوا تو ہم کون ہیں جو نہ مانیں)۔" (الفضل مورخہ ۱۹/۲۱ ستمبر ۱۹۱۵ء بحوالہ قادیانی مذہب ص۳۳۸'۳۳۹)

اس عقیدے پر لاہوری تبصرہ:

چنانچہ الفضل ۱۹/۲۱ ستمبر ۱۹۱۵ء میں اس پر دھڑلے سے مضمون نکلا' اور پھر اس کے بعد طرح طرح سے اس کا اعادہ کیا گیا' اور کھلم کھلا ڈنکے کی چوٹ پر اس امر کا اعلان کیا جاتا رہا کہ اس پیش گوئی میں جس رسول کا وعدہ ہے اور جس کے متعلق اقرار لیا گیا ہے کہ ہر ایک نبی اس پر ایمان لائے اس کی نصرت کرے' وہ مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) ہے' اور یہ نہ سمجھا کہ اس طرح تو پھر لازم آئے گا: "اگر محمد رسول اللہ صلعم زندہ ہوتے تو انہیں چارہ نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی اتباع کرتے یعنی مسیح موعود متبوع اور آقا ہوتے اور محمد رسول اللہ صلعم نعوذ باللہ تبع اور غلام ہوتے' یہ نتیجہ ایسا دقیق تو نہیں کہ انسان سمجھ نہ سکے' مگر جب ایک قوم اپنے نبی کو (اپنے نبی کی ہدایات کے مطابق' ناقل) سب نبیوں سے بڑھانا چاہتی ہو تو پھر سب کچھ حلال ہو جاتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کو ان نبیوں کے ذیل میں شامل کر دیا جن سے ایمان لانے اور نصرت کرنے کا اقرار لیا گیا تھا' گویا محمد رسول اللہ صلعم آج زندہ ہوتے تو مسیح موعود (مرزا غلام احمد) پر ایمان لاتے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور ہر ایک قسم کی اتباع اور نصرت کے لئے آپ کے احکام کی پیروی کو ذریعہ نجات سمجھتے (کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بقول ان کی بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اقویٰ اور اکمل اور اشد تھی' اور اپنے سے زیادہ قوی اور زیادہ کامل اور بڑی روحانیت والے کے احکام کی تعمیل کرنا ایک عام بات ہے۔ ناقل) کیا اس سے بڑھ کر محمد رسول اللہ صلعم کی کوئی ہتک متصور ہے؟ کیا اس سے صاف نظر نہیں آتا کہ محمد رسول اللہ صلعم کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی پوزیشن کو بدرجہا بلند کرنے اور ان کو ایک آقا کی حیثیت دینے میں نہایت جرأت سے کام لیا گیا۔" (اور پھر یہ جرأت ایک آدھ بار نہیں کی گئی' بلکہ بار بار اس کو دہرایا گیا۔ چنانچہ پندرہ عقیدے جن کو قادیانیوں نے سینکڑوں نہیں ہزاروں بار دہرایا اور اب تک انہیں مسلسل دہرایا جارہا ہے' میں بھی اوپر نقل کر چکا ہوں۔ ناقل) (ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی لاہوری کا مضمون مندرجہ "پیغام صلح" لاہور جلد ۲۲/ نمبر ۳۴ مورخہ ۷/ جون ۱۹۳۴ء بحوالہ قادیانی مذہب ص ۳۳۹'۳۴۰)

۱۷:......عقیدہ: قرآن کریم کی کسی آیت یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں یہ مضمون نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو: "تو میرے بیٹے جیسا" کہا ہو لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کو یہ "شرف" حاصل ہے کہ خدا ان سے فرماتا ہے: "انت منی بمنزلة ولدی انت منی بمنزلة اولادی" (یعنی تو مجھ سے بمنزلہ میرے بیٹے کے ہے' تو مجھ سے بمنزلہ میری اولاد کے ہے)۔"

(دیکھئے تذکرہ صفحہ ۴۳۶)

۱۸:......عقیدہ: قرآن کریم کی کسی آیت یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں یہ مضمون بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے "کن فیکون" کی طاقت آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کو عطا فرمائی ہو' لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''کن فیکون'' کے اختیارات ان کو عطا فرمائے ہیں' چنانچہ مرزا قادیانی کا الہام ہے:

''اے مرزا! تیری شان یہ ہے کہ جب تو کسی چیز کا ارادہ کرے تو' تو اس سے کہہ دے کہ ہو جا' پس وہ ہو جائے گی۔'' (تذکرہ ص ۵۲۵)

۱۹:...... عقیدہ: جناب مرزا غلام احمد قادیانی کو ان کے الہامات میں اور بھی بہت سی صفات عطا کی گئی ہیں' جو اسلامی لٹریچر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کی گئیں' مثلاً:

تو میرا ''الاعلیٰ'' نام ہے۔
(تذکرہ ص ۳۳۸)

تو میری مراد ہے۔
(تذکرہ ص ۸۳)

تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔
(تذکرہ ص ۴۲۶)

تو بمنزلہ میرے بروز کے ہے۔
(تذکرہ ص ۵۹۶)

تو بمنزلہ میری توحید و تفرید۔
(تذکرہ ص ۳۸۱)

تو بمنزلہ میری روح کے ہے۔
(تذکرہ ص ۷۴۱)

تو بمنزلہ میرے کان کے ہے۔
(تذکرہ ص ۷۴۷)

تو مجھ میں سے ہے اور تیرا بھید میرا بھید ہے۔
(تذکرہ ص ۲۰۷)

ہم نے تجھ کو دنیا دے دی اور تیرے رب کی رحمت کے خزانے دے دیئے۔
(تذکرہ ص ۳۷۶)

(جاری ہے)

انگور

انگور کا پودا بیل کی شکل میں ہوتا ہے جسے کسی چھپر پر پھیلا دیا جاتا ہے۔ اس کے پتے چوڑے اور کنارے کنگرے دار ہوتے ہیں۔ پھل گچھوں کی شکل میں لگتے ہیں جو چھپر سے نیچے لٹکتے ہوئے بہت خوبصورت نظر آتے ہیں۔ ابتدا میں پھل کا رنگ سبز اور ذائقہ کھٹا ہوتا ہے جو پختہ ہو جانے پر شیریں اور ہلکا سبز زردی مائل ہو جاتا ہے۔ بعض اقسام کا رنگ گہرا جامنی اور سیاہی مائل بھی ہوتا ہے۔ یہ پھل لمبا اور گول دانوں کی شکل میں ہوتا ہے۔ طبی لحاظ سے اس کی دو قسمیں بہت مشہور ہیں۔ چھوٹا انگور بغیر بیج کے جسے سکھانے کے بعد کشمش اور عربی میں زبیب کہا جاتا ہے اور بڑا انگور بیج والا جسے خشک کرنے کے بعد منقیٰ کہا جاتا ہے۔ انگور کو سکھانے سے اس کی افادیت میں کوئی کمی نہیں آتی۔

انگور کا شمار قدرت کی بہترین نعمتوں میں ہوتا ہے، جو غذائی اقدار کے ساتھ ساتھ معالجاتی خصوصیات سے بھی مالا مال ہے۔ دورِ جدید کی بہت سی بیماریوں کا اس میں علاج موجود ہے۔ یہ اپنے تمام ترکیمیاوی اجزا کی بنا پر ایسا مفید پھل ہے جو انتہائی فرحت بخش اور ہاضم ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے اور جسم میں نیا خون پیدا کر کے عام جسمانی کمزوری کو دور کرتا ہے۔ معدہ، آنتوں، پھیپھڑوں، جگر اور دل و دماغ کو طاقت دیتا ہے۔ قبض کو دور کرتا ہے، بھوک لگاتا ہے، وزن بڑھاتا اور چہرے کی رنگت کو خوبصورت بناتا ہے، طبی اعتبار سے کشمش کا استعمال انگور سے زیادہ مفید ہے۔ یہ نزلہ، زکام اور بخار کی بہترین دوا ہے اور انسان کو بہت سے امراض سے محفوظ بھی رکھتی ہے۔ ترش انگور کا رس آشوبِ چشم، آنکھوں کی خارش اور گلے کی خرابی میں مفید ہے۔ اس کی پتیاں اسہال کو روکتی ہیں۔ اس کی بیلوں سے حاصل کیا ہوا رس جلدی بیماریوں میں مفید ہے۔ یورپ میں یہ رس "Ophthalmia" کا بہترین علاج تسلیم کیا جاتا ہے۔ میٹھے انگور کا رس ناک میں ڈالنے سے نکسیر بند ہو جاتی ہے۔ خناق کے مریض کو اس رس سے غرارے کرانے سے سانس کی نالی کھل جاتی ہے اور تنفس بحال ہو جاتا ہے۔ تپ دق کے مریضوں کے لئے انگور کا رس آبِ حیات ہے۔ مرگی، امراض گردہ مثانہ، نسوانی امراض اور دورانِ حمل انگور کا استعمال بے حد مفید ہے۔ بچوں کے دانت نکلنے کے زمانے میں انگور کا رس متواتر پلانے سے دانت آسانی سے نکل آتے ہیں۔ انگور کا سرکہ معدے کی خرابیوں، ہیضہ اور قولنج کا بہترین علاج ہے۔

جدید تحقیق کے مطابق اس میں ایک جز ریزویرال نامی افراط سے پایا جاتا ہے جو اپنے افعال کے لحاظ سے جسم کو رسولیاں بننے سے محفوظ رکھتا ہے۔ H.D.L (اچھے قسم کا کولیسٹرول) اس کے استعمال سے مناسب سطح پر رہتا ہے۔ سیاہ اور سفید دونوں انگوروں میں "Anti Oxident Pigments" پائے جاتے ہیں جو بڑھاپے کو روکتے ہیں۔ انگور میں وٹامن سی اور ای کی موجودگی کی وجہ سے یہ کینسر کو روکنے کی زبردست صلاحیت رکھتا ہے۔ انگور کی خوشبو اس میں موجود "Linalod Geraniaol" کی بنا پر ہوتی ہے۔ اس میں ایک بہت اہم کمپاؤنڈ وٹامن "P" پایا جاتا ہے، جو جسم کی ورم اور نسیجوں کی سوجن کو کم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ وٹامن "Atherosclerosis" کا موثر علاج ہے۔

(ڈاکٹر غزالہ علیم)

تاریخِ اسلام کے اوراق سے

رضوان عابد

ایک بار عیسائی فوجی جنرل آرنٹ نے ایک ایسے قافلہ کو لوٹ لیا کہ جو معاہدہ امن کے دوران حج پر جارہا تھا۔ جب آرنٹ نے سارے قافلہ والوں کو لوٹا اور قتل وغارت گری کی تو ایک مسلمان نے اس سے کہا کہ تمہارا ہمارے ساتھ معاہدہ ہے، ہم کو نہ چھیڑو۔ اس پر گستاخانہ انداز میں آرنٹ نے کہا کہ اپنے نبی سے کہو کہ آکر تمہیں بچائیں۔ یہ بات جب سلطان صلاح الدین ایوبی تک پہنچتی ہے تو وہ جلال میں آجاتے ہیں اور فیصلہ کرتے ہیں کہ جب آرنٹ ان کے ہاتھ لگے گا تو وہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے۔ ایک جنگ کے بعد آرنٹ بادشاہ Jeffry کے ساتھ سلطان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ سلطان پانی منگواتے ہیں اور بادشاہ Jeffry کو پیش کرتے ہیں۔ Jeffry پانی پی کر اس پیالے کو آرنٹ کی طرف بڑھا دیتا ہے۔ سلطان غصے سے لال ہوجاتے ہیں اور Jeffry سے کہتے ہیں کہ یہ پانی تم نے اسے دیا ہے میں نے نہیں پلایا۔ عربوں کے رواج کے مطابق اگر کسی دشمن کو کچھ کھلا پلا دیں تو پھر اس کی جان بخشی کردیتے ہیں۔ سلطان فیصلہ کرچکے تھے کہ آرنٹ کی جان بخشی نہیں کی جائے گی۔ اس کے بعد آرنٹ کو قریب بلاتے ہیں اور وہ گستاخانہ الفاظ یاد دلاتے ہیں جو اس نے اس مسلمان سے کہے تھے اور اس سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کی حفاظت کے لئے میں پہنچا ہوں تم سے بات کرنے کے لئے۔ آرنٹ بہت ڈر جاتا ہے، لیکن سلطان اس پر بھی ایک موقع دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تم اسلام قبول کرلو تو تمہیں بخش دیا جائے گا، وہ انکار کرتا ہے تو اپنی تلوار سے اس کی گردن اڑا دیتے ہیں۔ Jeffry جب یہ دیکھتا ہے تو اس کی روح فنا ہوجاتی ہے۔ سلطان کہتے ہیں کہ بادشاہ بادشاہوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہیں کرتے، لیکن اس نے گستاخی کی وہ حد پار کرلی تھی کہ مجھے اس کا سر اپنے ہاتھ سے قلم کرنا پڑا۔ یہ سلطان کی دینی غیرت اور حمیت کا حال تھا۔

اس دور کے Operationof Theatre کی صورت حال پر بھی غور کرتے ہیں۔ شام، فلسطین اور لبنان کے علاقوں میں سینکڑوں قلعے اور شہر پھیلے ہوئے تھے۔ کچھ مسلمانوں کے پاس اور کچھ عیسائیوں کے پاس کہ اکثر ان میں جھڑپیں ہوا کرتی تھیں۔ چھوٹی موٹی جنگیں تو عام طور پر ہوا کرتی تھیں، لیکن Strategic battles یعنی جو جنگ کا پانسہ پلٹ دے ایک آدھ ہی ہوا کرتی تھی۔ صلیبی جنگیں تاریخ کی سب سے زیادہ خونریز جنگیں تصور کی جاتی ہیں اور ان جنگوں میں فیصلہ کن کردار ان کی قیادت کا ہوا کرتا تھا۔ سلطان صلاح الدین کا مقابلہ یورپ کے بڑے بڑے بادشاہوں سے تھا۔ اگر سلطان کے کردار اور یورپی بادشاہوں کے کردار کا موازنہ کیا جائے تو زمین آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے۔

جب قیادت کے ہاتھ صاف ہوں، نگاہ پاک ہو اور وہ ایک روحانی وجود ہو تو اس کا گہرا اثر اس کی فوج پر پڑتا ہے اور فوج بھی وہی رنگ اختیار کرلیتی ہے، جو اس کے امیر کا ہوتا ہے۔ یورپی قیادت کو دیکھا جائے تو خود ان کے مورخ یہ بات کہنے کو مجبور ہیں کہ ان سے زیادہ بدکردار لوگ پورے یورپ میں نہیں تھے۔ صلیبی فوجوں کے کردار پر اپنی قیادت کا اثر تھا۔ ان فوجوں کا کوئی اخلاقی کردار تھا ہی نہیں، جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا کردار تھا، جس کے ہاتھ میں طاقت اس کی بات مانی جائے گی، چاہے غلط ہو یا صحیح۔ جنگ اخلاقی کرداروں سے لڑی جاتی ہیں، جہاں تک ہتھیاروں کا تعلق ہے مسلمانوں اور صلیبیوں میں ایک حد تک توازن تھا۔ مسلمان تعداد میں اور ہتھیار اور اسلحہ میں کچھ کم نہیں تھے اور صلیبی بھی اپنے تمام تر ہتھیار اور اسلحہ لے کر آئے تھے۔ فرق صرف قیادت، کردار اور اخلاق کا تھا اور اخلاقیات اور کردار میں مسلمانوں کا کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ مسلمان اعلیٰ اخلاقی روایات اور با کردار تھے جو کہ اپنے آپ میں ایک مثال تھی۔

اپنے دشمن کو روحانی اور اخلاقی مات دینے کے بعد سلطان نے جو جنگی حکمت عملی Deploy کی وہ بھی انتہائی غیر معمولی تھی۔ آج کے دور میں جس کو c4i کہتے ہیں یعنی کمانڈ، کنٹرول، کمیونی کیشن اور انٹیلیجنس۔ ان چاروں aspects میں بھی سلطان کا اور صلیبیوں کا کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ کمانڈ سیریا سے مصر تک تمام کی تمام سلطان کے اپنے ہاتھ میں تھی۔ افریقہ سے لے کر ارجنٹینا تک اور ماوراء النہر سے لے کر یمن تک تمام عجمی عربی ترکی دستے صلاح الدین ایوبی کی ایک کمان میں تھے اور یہ دستے سلطان سے شدید محبت

کرتے تھے اور ان کے ایک اشارے پر اپنی جان قربان کرنے کو تیار تھے۔ اس کے مقابلہ میں صلیبیوں کی کمانڈ سات جنرلوں یا بادشاہوں میں تقسیم تھی، جو باہم دست و گریباں بھی ہوا کرتے تھے۔ شدید اختلافات اور جھڑپیں خود صلیبی فوج میں آپس میں جاری رہتی تھیں۔ کوئی Strategic objective ہی Define نہیں ہوتا تھا۔ کوئی War Council ایسی نہیں ہوتی تھی کہ جس کا انجام آپس کی جھڑپ پر نہ ہوتا ہو۔ جب کمانڈ میں اتنا واضح فرق ہو تو نتیجہ بالکل واضح تھا۔ مسلمانوں میں کمیونی کیشن کا یہ حال تھا کہ تمام مسلمانوں کے علاقوں کی ایک ایک پل کی خبر سلطان تک پہنچتی تھی۔ اپنے جنرلوں، جاسوسوں اور فوجیوں کے ساتھ سلطان کا بڑا مضبوط رابطہ ہر وقت قائم رہتا تھا۔ کیوں کہ مسلمان اپنی ہی سرزمین پر جنگ کر رہے تھے اور دشمن کو کئی ہزار میل دور آ کر جنگ کرنا پڑ رہی تھی تو ان کا کمیونی کیشن اپنے مرکز سے ان کی سپلائی لائن اور کنٹرول کسی صورت میں بھی مسلمانوں کے مقابلہ کا نہیں ہو سکتا تھا۔ انٹیلجنس کے لحاظ سے سلطان کے ہزاروں جاسوس دشمن کے لشکر میں چھپے ہوئے تھے، جہاں ہونے والی چھوٹی سے چھوٹی بات کی اطلاع سلطان کو بہت پہلے پہنچ جاتی تھی۔ اس کے مقابلہ میں عیسائیوں کے لئے مسلمانوں میں اپنے جاسوس پیدا کرنا بہت مشکل تھا۔ صلیبیوں کو ہزاروں میل دور سفر کر کے جنگ کرنے کے لئے آنا ہوتا تھا۔ ان کے بادشاہ بہت جلدی میں ہوتے تھے اور جلد از جلد جنگ کو ختم کر کے واپس جانا چاہتے تھے۔ اس جلد بازی کی وجہ سے یہ غلطیاں کرتے، ان میں پھوٹ پڑتی اور تمام کمزوریاں سامنے آ جاتیں، جس سے مسلمانوں کو بہت مدد ملتی۔ جب صلیبی مسلمانوں پر حملہ کرتے تو مسلمانوں کا Strategic Objective صرف ایک ہوتا تھا کہ اپنا دفاع اور صلیبیوں کو یہاں سے نکال باہر کرنا۔ دوسری طرف یورپی بادشاہ اپنے اپنے مختلف Strategic objectives لے کر جنگ میں شامل ہوتے تھے جیسے کہ بازنطینی سلطنت کے اپنے مقاصد تھے۔ templers اور Hospitalers کے اپنے مقاصد تھے۔ پوپ اپنے مقاصد پورا کرنا چاہتے تھے اور مختلف بادشاہوں کے اپنے اپنے مقاصد ہوتے تھے۔ ہتھیار دونوں طرف تقریباً ایک جیسے تھے۔ صلیبیوں کی تعداد اکثر جنگوں میں مسلمانوں سے زیادہ ہوا کرتی تھی۔ چھوٹی موٹی جنگوں میں طاقت کا توازن تقریباً ایک جیسا ہوتا تھا۔ ان سب Factors سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان ان سب معاملات میں صلیبیوں سے بہت آگے تھے۔ خارجی دشمن سے جنگ کرنے کے علاوہ کچھ معاملات اندرونی بھی تھے، جو سلطان کے لئے مشکلات پیدا کر رہے تھے۔ کچھ تو چھوٹے چھوٹے سلطان ایسے تھے جو اپنی سلطنت بڑھانے کے لئے وقتاً فوقتاً سلطان کی فوج پر حملے کرتے رہتے تھے، ان کے علاوہ حشاشین تھے، جنہوں نے سلطان کو قتل کرنے کی قسم کھائی ہوئی تھی۔ یہ اکثر سلطان کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ اس سے پہلے مودود کو جو پہلی صلیبی جنگ کے بعد عیسائیوں کے خلاف کھڑے ہوئے تھے، حشاشین نے شہید کر دیا تھا۔ عماد الدین اور نورالدین کو بھی حشاشین سے ہر وقت خطرہ لاحق رہا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی بھی ان کے نشانے پر تھے اور کئی دفعہ سلطان پر براہ راست قاتلانہ حملے بھی کیے گئے تھے۔ یہ باطنی فرقہ بڑے بڑے مسلمان جانبازوں کے خلاف وہ کام کرتا رہا جو پوری صلیبی فوجیں بھی مل کر نہیں کر سکتی تھیں۔

Templer، Hospitaler اور Tutonic نائٹس کا مقصد یہ تھا کہ جب صلیبی بیت المقدس کو مسلمانوں سے خالی کرا لیں گے تو یہاں پر ان کا قبضہ ہو جائے گا اور ایک آزاد اسرائیلی ریاست کا قیام عمل میں آنا آسان ہو جائے گا۔ دراصل یہ لوگ یہودی تھے، لیکن ظاہر یہ کرتے تھے کہ وہ عیسائی ہیں۔ یہ نائٹس سود قرض اور بینکاری میں ماہر تھے۔ انہوں نے مسجد اقصیٰ پر قبضہ ہوتے ہی Temple of soloman بنایا۔ عیسائیوں نے گرجا بنایا۔ آج کے دور میں جو ہم Free masons کا نام سنتے ہیں، اس کی اصطلاح بھی ان صلیبی جنگوں سے نکلی ہے۔ Templer اور Hospitalers زخمیوں اور بیماروں کا علاج کرتے تھے۔ دوسری طرف یہ قلعے بنانے میں بہت مہارت رکھتے تھے اور مضبوط قلعہ بندیاں بنانے کی وجہ سے ان کو Masons کہا جاتا ہے۔

صلیبی جنگوں کے بعد جب پوپ کو ان کی اصلیت کا اندازہ ہوا اور پورا یورپ ان کے قرض میں ڈوب گیا تو پوپ نے حکم دیا کہ جہاں کہیں یہ ملیں، ان کو پکڑ کر زندہ جلا دو اور سارا مال و دولت لوٹ لو۔ یورپ نے قرض ادا کرنے کا یہ آسان حل نکالا کہ جس نے قرض دیا تھا اسی کو قتل کر دیا۔ اس حکم کے بعد ہزاروں کی تعداد میں یہ نائٹس قتل کیے گئے اور ان کی دولت پر عیسائیوں نے قبضہ کر لیا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ جب راتوں رات یورپ سے ان کا صفایا کیا گیا تو کئی سو سال تک یہ Knights کہیں نظر نہیں آئے اور جب یہ دوبارہ سامنے آئے تو پورے یورپ میں رشوتیں دے دے کر اور اپنے حق میں قانون بنوا کر آئے اور بینک آف انگلینڈ، فیڈرل ریزرو اور دوسرے بینکنگ کے اداروں کی شکل میں آئے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے جنگیں تو سینکڑوں کی تعداد میں لڑیں، لیکن جو بہت اہم جنگیں ہیں، ہم ان پر روشنی ڈالیں گے۔ سلطان کی جنگی حکمت عملی یہ تھی کہ بیت المقدس کو فتح کرنے سے پہلے

آس پاس کے سارے علاقے اور قلعوں پر قبضہ کرلیا جائے اور عیسائیوں کی سپلائی لائن کاٹ دی جائے، اس کے لئے سلطان نے ایک بہت تیز چھاپہ مار مہم پورے فلسطین میں جاری رکھی ہوئی تھی اور وہ اس بات پر نظر رکھتی تھی کہ صلیبی نیا قلعہ کہاں بنا رہے ہیں۔ Fort Jacob پر جب صلیبیوں نے قلعہ بنانے کی کوشش کی تو اس قلعہ میں تقریباً 1500 میسن نائٹس اور تعمیر سے متعلق تمام لوگ موجود تھے۔ سلطان نے جب قلعے کی طرف پیش قدمی کی تو ساتھ ساتھ دوسرے علاقوں سے عیسائیوں نے بھی قلعے کی حفاظت کے لئے پیش قدمی کی جو بھی قلعہ پر پہلے پہنچ جاتا وہ اسے فتح کرسکتا تھا، کیوں کہ قلعہ ابھی مکمل نہیں ہوا تھا۔ سلطان صلیبیوں سے پہلے پہنچے اور 6 دن کی جھڑپ کے بعد قلعہ کو فتح کرلیا۔ سلطان کے حکم پر تمام Knights کو قتل کردیا گیا۔ Fort Jacob کی فتح کے بعد اب سلطان کے لئے بیت المقدس کی طرف پیش قدمی کا راستہ کھل چکا تھا، مگر صلیبی فوجوں کو سمندر کے راستے مسلسل فوجی امداد اور کمک پہنچ رہی تھی۔ 1180ء میں سلطان نے اپنا بحری بیڑا تیار کیا اور بیروت کے قلعے پر حملہ کیا۔ اب پہلی بار صلیبیوں کو احساس ہوا کہ سمندر میں بھی سلطان سے جنگ لڑنی پڑے گی۔ سلطان چاہتے تھے کہ صلیبیوں کو کھلے میدان میں شکست دی جائے اور اس کے بعد بیت المقدس کی طرف پیش قدمی کی جائے۔ سلطان کے مقابلے کے لئے ایک بہت بڑا صلیبی لشکر باہر نکلا۔ تاریخ میں یہ فیصلہ کن جنگ تصور کی جاتی ہے اور یہ سب سے بڑی جنگ ہے جو سلطان نے فلسطین میں لڑی اور اس کے نتیجے میں تاریخ کا دھارا تبدیل ہوگیا۔ 1187ء کی اس جنگ کو جنگ حطین کہا جاتا ہے۔ اسی جنگ حطین میں آرنٹ سلطان کے قبضہ میں آیا تھا۔ ☆☆

اداس راہیں

حرم سے طیبہ کو آنے والے تجھے نگاہیں ترس رہی ہیں
جدھر جدھر سے گزر کے آئے اداس راہیں ترس رہی ہیں

رسول اطہرؐ جہاں بھی ٹھہرے‘ وہ منزلیں یاد کررہی ہیں
جبین اقدس جہاں جھکی ہے‘ وہ سجدہ گاہیں ترس رہی ہیں

جو نور افشاں تھیں لحظہ لحظہ‘ حضور انورؐ کے دم قدم سے
وہ جلوہ گاہیں تڑپ رہی ہیں‘ وہ بارگاہیں ترس رہی ہیں

صبائے بطحا غموں سے پُر ہے‘ فضائے اقصیٰ بھی دکھ بھری ہے
اب ایک مدت سے حال یہ ہے‘ اثر کو آہیں ترس رہی ہیں

خیال فرما کہ چشم عالم تری ہی جانب لگی ہوئی ہے
نگاہ فرما‘ کہ ساری امت کی میٹھی چاہیں ترس رہی ہیں

نفیسؔ کیسا یہ وقت آیا‘ سلوک و احساں کے سلسلوں پر
جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں‘ وہ خانقاہیں ترس رہی ہیں

حضرت شاہ نفیس الحسینیؒ

رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام

حافظ عبید اللہ

دوستو! مرزائی بچہ جب ہوش سنبھالتا ہے تو اس کے ذہن میں یہ بات ڈالی جاتی ہے کہ زندگی میں جب بھی کسی مسلمان کے ساتھ گفتگو کرنی پڑ جائے تو صرف ایک چیلنج کرنا وہ یہ کہ:

"قرآن کریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم سمیت آسمان پر جانا اور پھر قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہونا ثابت کردو تو مرزا قادیانی جھوٹا ورنہ وہ سچا۔"

جن لوگوں کو اپنی زندگی میں کبھی بھی کسی قادیانی کے ساتھ بات چیت کا موقع ملا ہے، وہ ہماری اس بات کے درست ہونے کی گواہی دیں گے، یہاں تک کہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرزائی فریق مخالف صاف کہہ دیتا ہے کہ میرے ساتھ حیات ووفات مسیح پر بات کرنی ہے تو ٹھیک ورنہ میں کسی اور موضوع پر بات نہیں کروں گا، اس کی وجہ یہ نہیں کہ اس کے پاس اپنے وفات مسیح کے عقیدے پر کوئی بہت وزنی دلائل ہیں، بلکہ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح مرزا قادیانی کی ذات زیر بحث نہ آئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کا موقع چونکہ خالص علمی ہے اس میں قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں تو ہم اپنی باطل تاویلات کی قینچی چلا کر جس آیت یا حدیث کا مفہوم چاہیں گے بدل ڈالیں گے، دمشق سے مراد قادیان لیں گے، زردرنگ کی چادروں سے مراد مرزا قادیانی کی بیماریاں لے لیں گے، دجال سے مراد کوئی شخصیت نہیں بلکہ حسب ضرورت کبھی پادریوں کا گروہ، کبھی عیسائیت کا فتنہ، کبھی شیطان، کبھی جھوٹوں کا گروہ، کبھی مفسدین کا گروہ اور کبھی بااقبال قومیں وغیرہ لے لیں گے، باب لد سے مراد لدھیانہ، مسجد اقصیٰ سے مراد قادیان میں مرزائی عبادت گاہ وغیرہ لے لیں گے اور اسی طرح وقت ضائع ہو جائے گا اور کسی کو اس طرف آنے ہی نہیں دیں گے کہ وہ مرزا قادیانی کے دعووں اور اس کی ذات وکردار پر بات کر سکے۔

ایک معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص بخوبی جانتا ہے کہ یہ استدلال کتنا احمقانہ ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام فوت ہو چکے ہیں، اس لئے اب مرزا غلام احمد قادیانی کو عیسیٰ بن مریم تسلیم کیا جائے، جی ہاں! مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی جماعت کا یہی دعویٰ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول پر علماء اسلام نے مفصل طور پر کتابیں تصنیف کی ہیں اور قادیانی دلائل اور تاویلات وتحریفات کا کافی وشافی جواب دیا ہے، لیکن ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اپنے قارئین کے لئے مختصر طور پر چند ایسے اہم نکات ذکر کردیئے جائیں کہ اگر انہیں ذہن میں رکھا جائے تو کسی بھی قادیانی کے ساتھ اس موضوع پر بات کرتے ہوئے بہت مفید ثابت ہوں گے اور فریق مخالف اپنی تاویلات فاسدہ کے جال میں خود پھنس جائے گا۔

امت اسلامیہ کا عقیدہ کیا ہے؟

سب سے پہلے یہ ذہن میں رہے کہ امت مسلمہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو اس وقت زندہ سلامت آسمان پر اٹھالیا جب آپ کے دشمن اور مخالفین آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے، دشمن آپ کی ذات اقدس تک پہنچ ہی نہ سکے بلکہ اس سے پہلے ہی آپ کا رفع الی السماء ہوگیا اور پھر اللہ تعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ وہی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام قرب قیامت یہود کو اپنے ہاتھ سے مزہ چکھانے نیز آپ کے ماننے والے (عیسائی) جو آپ کے رفع کے بعد گمراہ ہو کر شرک میں پڑ گئے ان کے مشرکانہ عقائد کا بھی ابطال فرمانے کے لئے دوبارہ آسمان سے نازل ہوں، اسے عام اصطلاح میں رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام کہا جاتا ہے، لہٰذا یاد رکھیں موضوع "حیات ووفات عیسیٰ علیہ السلام" نہیں بلکہ "رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام ہے" قرآن وکریم اور احادیث صحیحہ میں بھی الفاظ (رفع و نزول) وارد ہوئے ہیں، حیات ووفات عیسیٰ یا صرف وفات عیسیٰ کے الفاظ مرزائی گورکھ دھندا ہیں۔

مکمل قادیانی عقیدہ کیا ہے؟

قادیانی کبھی بھی اپنا پورا عقیدہ بیان نہیں کرتے، بلکہ صرف وفات عیسیٰ پر زور دیتے ہیں، پورا قادیانی عقیدہ یہ ہے:

"اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو ان کے دشمنوں نے گرفتار کیا اور دو چوروں کے ساتھ صلیب پر ڈال دیا، آپ کے جسم اطہر میں میخیں لگائیں، مارا پیٹا یہاں تک کہ

وہ شدت تکلیف سے بے ہوش ہوگئے اور وہ لوگ انہیں مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے (یعنی قادیانی اور یہودی و عیسائی عقیدے میں صرف یہ فرق ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر ہی جان دے دی اور آپ کی موت ہوگئی، جبکہ قادیانی کہتے ہیں کہ صلیب پر آپ کو ڈالا تو ضرور گیا اور آپ کو مارا پیٹا بھی گیا لیکن صلیب پر آپ کی موت واقع نہ ہوئی بلکہ آپ مردہ سا ہوگئے، یعنی یہودی و عیسائی اور قادیانی عقیدہ میں صرف ''سا'' کا فرق ہے)۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۳۳ سال کے لگ بھگ تھی، چونکہ آپ صرف بے ہوش ہوئے تھے لہٰذا اپنے زخموں کا علاج کرنے کے بعد آپ وہاں سے کسی طرح نکل کر ہزاروں کلو میٹر کا سفر کرکے کشمیر چلے آئے اور وہاں مزید تقریباً ۸۷ سال زندہ رہنے کے بعد آپ کی وفات ہوئی اور آپ کی قبر سری نگر کے محلّہ خان یار میں ہے، چونکہ اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں، لہٰذا اب وہ دوبارہ نہیں آسکتے۔ دوسری طرف وہ احادیث نبویہ بھی صحیح ہیں جن کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام قیامت سے پہلے نازل ہوں گے، لیکن ان احادیث میں عیسیٰ بن مریم کے نزول کی خبر دی گئی ہے، اس سے مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام مراد نہیں بلکہ امت محمدیہ میں سے ان کا ایک مثیل یا ایسا شخص جس کے اندر ان کی صفات ہوں گی مراد ہے جو کہ اس امت میں پیدا ہونا تھا اور اس کا صفاتی نام عیسیٰ بن مریم رکھا گیا ہے اور وہ شخص مرزا غلام احمد قادیانی ہے، جس کی ماں کا نام چراغ بی بی اور باپ کا نام غلام مرتضیٰ ہے۔'' (یہ خلاصہ ہم نے مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کی کتابوں اور تحریروں سے لیا ہے، طلب کرنے پر حوالے پیش کیے جاسکتے ہیں)۔

ہم نے بارہا قادیانیوں سے یہ مطالبہ کیا کہ اپنا یہ پورا عقیدہ ترتیب کے ساتھ قرآن کریم سے ثابت کریں، اگر قرآن کریم سے ثابت نہیں کرسکتے تو احادیث صحیحہ سے ثابت کرو، اگر وہاں سے نہیں تو کسی صحابی کے قول سے ہی ثابت کردو، اگر یہ بھی ممکن نہیں تو مرزا قادیانی سے پہلے گزرے کسی مفسر، محدث یا مجدد سے ہی ثابت کردو اور ثابت کیا کرنا ہے؟ یاد رکھیں! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دو چوروں کے ساتھ صلیب پر ڈالا گیا اور انہیں مارا پیٹا گیا اور اذیت دی گئی۔ اس کے بعد وہ کشمیر چلے گئے۔ ان کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے۔ احادیث میں کسی مثیل مسیح کے نزول کی خبر دی گئی ہے اور وہ مثیل مرزا غلام احمد قادیانی بن چراغ بی بی ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جو قادیانی تھوڑی دیر پہلے ہم سے یہ مطالبہ کررہا تھا کہ قرآن کریم سے یہ الفاظ دکھاؤ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم سمیت آسمان پر چلے گئے اور وہ زندہ ہیں اور پھر وہ آسمان سے نازل ہوں گے، اب یہ قرآن کے نام سے بھاگنے لگا اور کبھی بائبل اور کبھی کسی روسی سیاح کے حوالے دینے لگا کہ اسے بائبل کا ایک پرانا نسخہ ملا تھا جس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر گئے تھے، ہم نے کہا کہ پہلے تم اپنا یہ پورا عقیدہ قرآن واحادیث صحیحہ سے ثابت کرو، اس کے بعد ہم اللہ کے فضل وکرم سے قرآن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم سمیت آسمان کی طرف رفع بھی ثابت کریں گے اور آپ کا آسمان سے نازل ہونا بھی نصوص صحیحہ سے ثابت کریں گے، لیکن جواب یہ آیا کہ قرآن تمہارے عقیدے جھٹلا رہا ہے، تم کبھی بھی قرآن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت نہیں کرسکتے، تم قرآن سے بھاگتے ہو وغیرہ، الغرض صرف وفات مسیح موضوع نہیں بلکہ موضوع پورا مرزائی عقیدہ ہونا چاہئے تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے یا نہ ہونے کا مرزا قادیانی سے کیا تعلق؟

اگر غور کیا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ موجود ہونے یا نہ ہونے کا مرزا قادیانی کے ساتھ کسی طرح کا کوئی تعلق نہیں، اگر بفرض محال حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہ بھی ہوں تو کیا مرزا قادیانی احمد قادیانی بن چراغ بی بی عیسیٰ بن مریم بن کر آئے گا؟ ہرگز نہیں، کسی حدیث میں یہ اشارہ تک نہیں کہ کسی مثیل مسیح نے نازل ہونا ہے بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ''والذی نفسی بیدہ'' کے الفاظ کے ساتھ اللہ کی قسم اٹھا کر یہ خبر دی ہے کہ مریم کے بیٹے نے نازل ہونا ہے، دنیا کا کوئی قادیانی کوئی ایک حدیث پیش نہیں کرسکتا جس میں یہ الفاظ ہوں کہ عیسیٰ بن مریم کے مثیل نے نازل ہونا ہے یا اس امت میں سے ایک شخص کا نام عیسیٰ بن مریم رکھا گیا ہے۔

یہ بات بھی ہمیشہ پیش نظر رہے کہ مرزائی لٹریچر میں آپ کو جابجا ایک لفظ ملے گا ''مسیح موعود'' یہ لفظ نہ قرآن میں ہے اور نہ ہی کسی حدیث میں، احادیث شریفہ میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول کا ذکر ہے کسی مسیح موعود کا نہیں، مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار احادیث میں جہاں مسیح بن مریم یا عیسیٰ بن مریم کا لفظ آتا ہے، وہاں مسیح موعود یا آنے والا مسیح کا لفظ لگادیتے ہیں تاکہ نقلی مسیح مرزا غلام احمد بن چراغ بی بی کے لئے مسیح ہونے کی راہ ہموار کی جائے۔

مرزائی عقیدہ خود مرزائی منطق سے ہی باطل ہوجاتا ہے:

قادیانی عقیدہ کے باطل ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کا دعویٰ تھا کہ قرآن

کریم کی تقریباً تمیں آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں، یعنی مرزائی موقف یہ ہے کہ قرآن وفات مسیح کا اعلان کرتا ہے، لیکن دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ (جو تواتر کی حد تک پہنچتی ہیں) میں جن کے نازل ہونے کی خبر دی گئی ہے ان کا نام عیسیٰ بن مریم، ابن مریم اور مسیح بن مریم بتایا گیا ہے اور اللہ کی قسم کے ساتھ بتایا گیا ہے (مثال کے طور پر صحیح بخاری باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام، حدیث نمبر ۳۴۴۸ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں "والذی نفسی بیدہ" کے الفاظ کے ساتھ قسم اٹھا کر مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی گئی ہے) اس طرح مرزائی عقیدے کے مطابق یہ احادیث قرآن کریم کے معارض ومخالف ہوئیں (یعنی ان کے مطابق قرآن کہتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہوچکے اور احادیث کہتی ہیں کہ عیسیٰ بن مریم نے نازل ہونا ہے) اور مرزا قادیانی نے اپنا اصول یہ بیان کیا ہے کہ جو حدیثیں میری وحی اور قرآن کے معارض ہوں ہم انہیں ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ (اعجاز احمدی، روحانی خزائن ۱۹، ص:۱۴۰)، لہٰذا مرزا قادیانی کے اس اصول کے مطابق یہ تمام احادیث ناقابل قبول ہوں گی اور اس کے لئے یہ ماننا لازم ہوگا کہ کسی عیسیٰ بن مریم یا مسیح نے نہیں آنا۔

لیکن مرزائی عقیدہ عجیب وغریب ہے، ان کا یہ بھی اصرار ہے کہ وہ تمام احادیث بھی صحیح ہیں اور ان کو ماننا بھی ضروری ہے جن کے اندر یہ مذکور ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے نازل ہونا ہے، ان کے خیال میں یہ احادیث قرآن کے معارض نہیں کیونکہ عیسیٰ بن مریم سے مراد وہ والے عیسیٰ نہیں جو ان کے بقول قرآن سے وہ وفات شدہ ثابت ہوتے ہیں، بلکہ اس سے مراد ان کا ایک مثیل ہے جس کا صفاتی نام عیسیٰ بن مریم رکھا گیا ہے اور اس کا اصلی نام غلام احمد بن چراغ بی بی ہے، لیکن یہ مرزائی تاویل باطل ہے کیونکہ ان احادیث میں مرزا قادیانی کے کسی امتی کے لئے تاویل کی کوئی گنجائش ہی نہیں، وہ کیسے؟ وہ یوں کہ خود مرزا قادیانی نے ایک اصول لکھا ہے کہ:

"والقسم یدل علی ان الخبر محمول علی الظاهر لاتاویل فیه ولا استثناء والافای فائدة کانت فی ذکر القسم"

ترجمہ: "قسم اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ خبر (جو قسم کے ساتھ دی گئی ہے) اپنے ظاہری معنی پر ہی محمول ہے، اس میں نہ کوئی تاویل ہوسکتی ہے اور نہ کوئی استثناء ہے ورنہ قسم کے ساتھ ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟"

(حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن:۷، ص:۱۹۲ حاشیہ)

لیجئے! مرزا قادیانی نے یہ اصول بتایا کہ جو خبر قسم کے ساتھ دی جائے اس کے اندر کسی قسم کی تاویل کی گنجائش ہی نہیں اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی قسم اٹھا کر خبر دی ہے کہ نازل ہونے والے مریم کے بیٹے ہوں گے، لہٰذا اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہوسکتی اگر ابن مریم نے نازل ہونا ہے تو انہی نے نازل ہونا ہے، ابن چراغ بی بی کی کوئی گنجائش نہیں، اب مرزا قادیانی اور اس کے مریدوں کے پاس صرف دو راستے ہیں یا تو یہ تسلیم کریں کہ نزول عیسیٰ بن مریم والی تمام احادیث قرآن کے مخالف ہونے کی وجہ سے ردی کی ٹوکری میں جائیں گی (مرزا قادیانی کے اصول کے مطابق) اور کسی مسیح نے نازل نہیں ہونا کہانی ختم یا یہ تسلیم کریں کہ جس نے نازل ہونا ہے وہ مریم علیہا السلام کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام ہی ہوں گے۔ اس کے علاوہ کوئی تیسرا راستہ نہیں، کیونکہ تاویل کے تمام راستے خود مرزا قادیانی نے بند کر دیے ہیں۔

(جاری ہے)

حج......زندگی میں حدِ فاصل

انسان کی نفسیات یہ ہے اور روز مرہ کا تجربہ اس کا شاہد ہے کہ وہ اپنی زندگی میں کسی بڑے اور اہم تغیر کے لئے ہمیشہ کسی موڑ اور حدِ فاصل کی تلاش کرتا ہے۔ جہاں پہنچ کر اس کی گزشتہ اور آئندہ زندگی کے دو ممتاز حصے پیدا ہوجائیں، اسی لئے لوگ اپنے تغیر کے لئے جاڑا، گرمی یا برسات کا انتظار کرتے ہیں، بہت سے لوگ شادی کے بعد یا صاحب اولاد ہونے کے بعد یا تعلیم سے فراغت کے بعد یا کسی نوکری کے بعد یا کسی بڑی کامیابی یا کسی سے مرید ہوجانے کے بعد جاتے ہیں یا اپنے کو بدل لینے پر قادر ہوجاتے ہیں، کیونکہ یہ ان کی زندگی میں فصل اور امتیاز کا خط ڈال دیتے ہیں، جہاں سے ادھر یا ادھر مڑ جانا ممکن ہوجاتا ہے۔

حج درحقیقت اسی طرح انسان کی گزشتہ اور آئندہ زندگی کے درمیان ایک حدِ فاصل کا کام دیتا ہے اور اصلاح اور تغیر کی جانب اپنی زندگی کو پھیر دینے کا موقع بہم پہنچاتا ہے، ان بابرکت مقاموں پر حاضر اور وہاں کھڑے ہوکر جہاں جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام اور خاصان الٰہی کھڑے ہوئے خدا کے گھر کے سامنے قبلہ کے روبرو، اپنی پچھلی زندگی کی کوتاہیوں پر ندامت اور اپنے گناہوں کا اعتراف اور آئندہ اطاعت وفرمانبرداری کا وعدہ واقرار وہ اثر پیدا کرتا ہے کہ شر سے خیر کی طرف زندگی کا رخ بدل جاتا ہے اور زندگی کا گزشتہ باب بند ہوکر دوسرا باب کھل جاتا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ایک نئی زندگی اور نیا دور شروع کرتا ہے، جس میں دین اور دنیا دونوں کی بھلائیاں جمع اور دونوں کی کامیابیاں شامل ہوں گی۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

آج کل جدیدیت کا دور ہے، عصری اداروں کا پروردہ ہر چیز میں جدت کا متقاضی ہے، اس چیز کو دیکھتے ہوئے کئی ایک ملحدین اور متجددین نے تفسیر بالرائے کو اپنا وطیرہ بنایا اور وہ تفسیریں عصری علوم کے حاملین وطالبین کے نظر میں پسندیدگی کی سند لینے لگی، جس سے سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں آنے لگے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا فضل محمد صاحب (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) نے ان تمام ملحدین اور متجددین کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی نصوص، صحابہ کرام کے اقوال اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں ان کے ابطال اور ان کی تفسیر بالرائے کے نقصانات کو واضح فرمایا۔ چونکہ یہ مضمون اپنے موضوع کی بناء پر طویل ہو گیا تو انہوں نے اس کا نام "معتمد اور غیر معتمد تفاسیر" رکھ کر اسے کتابی شکل میں شائع کر دیا۔ افادۂ عام کی غرض سے اس مضمون کو قسط وار ہفت روزہ "ختم نبوت" میں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

(۲۰) حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ

حکایت

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ نے ہمیں اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ میں کوہ طور پر گیا تھا وہاں ایک انگریز عورت بھی آئی تھی اس نے مجھ سے پوچھا کہ زیتون اور بلد امین اور طور سینین پر اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے تو یہ مبارک اور مقدس چیزیں ہیں لیکن اس انجیر میں کیا خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر قسم کھائی ہے میں نے کہا کہ دنیا میں جتنے پھل ہیں اس کے درختوں پر پھول آتے ہیں پھر پھل لگتے ہیں انجیر میں پھول نہیں ہوتے ہیں پھولوں پر شہد کی مکھیاں آ کر اس کے رس کو چوس لیتی ہیں انجیر کا رس نہیں چوس سکتی ہیں تو سارے پھل نجس ہیں انجیر ان نجس ہے۔ اس عورت نے کہا ویری گڈ ویری گڈ تھینکیو ویری مچ۔

بہر حال تمام مفسرین اور اہل لغت کے ہاں التین جس کی قسم سورت تین میں اللہ تعالیٰ نے کھائی ہے وہی معروف انجیر کا پھل ہے لیکن فراہی صاحب سب کو مسترد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جبل تین ہے اس کے سوا کوئی شکل ممکن ہی نہیں ہے حالانکہ ان حضرات کا دعویٰ ہے کہ ہم قرآن کے ظاہر سے ادھر ادھر نہیں جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہاں کیوں گئے؟

سورۃ الفیل کی تفسیر میں فراہی صاحب کی غلطیاں

سورۃ الفیل کی تفسیر میں بھی فراہی صاحب نے عام مفسرین اور مشہور روایات کا راستہ چھوڑ دیا ہے اور اپنے ذہن کا ایجاد کردہ طریقہ پیش کیا ہے جس کی وجہ سے سورۃ الفیل کی تفسیر میں انہوں نے کئی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے۔

پہلی غلطی:

فراہی صاحب نے سب سے پہلی غلطی یہ کی ہے کہ انہوں نے ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ﴾ کے خطاب میں قریش مکہ کو مخاطب بنایا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطبت کو مسترد کر دیا ہے چنانچہ اس نے ایک عنوان باندھا ہے اور پھر بڑے دعوے سے یہ کہا ہے کہ مخاطب قریش اور مکہ کے لوگ ہیں نبی علیہ السلام نہیں ہیں۔

اس سورت کا مخاطب کون ہے؟

فراہی صاحب لکھتے ہیں ہمارے نزدیک اس سورت کے مخاطب وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا تھا۔ یا اس کو بطریق تواتر سن کر اس پر یقین رکھتے تھے یہ زبان کا ایک مخصوص اسلوب ہے جس میں واحد کا اطلاق جمع پر ہوتا ہے۔

(تفسیر نظام القرآن ص:۳۶۶)

علامہ فراہی صاحب مزید لکھتے ہیں:

سوال: ممکن ہے تمہارے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ جب مشہور یہی ہے کہ "الم ترکیف" میں روئے سخن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور یہاں کوئی چیز اس بات کو ماننے سے مانع بھی نہیں ہے تو ایک مشہور بات کو چھوڑ کر اس کا مخاطب ایک جماعت کو کیوں سمجھا جائے؟ یہ سوال خود فراہی صاحب نے اٹھایا ہے اور جواب بھی خود دیا ہے۔

جواب: "اَلَمْ تَرَ" کا استعمال زیادہ تر عام خطاب کے لئے ہے بغیر کسی قرینہ کے اس کو خاص خطاب کے مفہوم میں لینا اس کے عام استعمال کے خلاف ہے یہاں واضح قرینہ اسی بات کا ہے کہ جن لوگوں نے واقعہ کا مشاہدہ کیا ہے انہی کو مخاطب مانا جائے۔ آگے فراہی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کسی کو خیال ہو کہ چونکہ قرآن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا ہے اس وجہ سے اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو کم از کم کسی کلام کی ابتداء میں خطاب پیغمبر ہی سے ہونا چاہیے لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ (ص:۳۶۸)

بہر حال گزشتہ تصریحات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس سورۃ میں مخاطب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ قریش ہیں ان وجوہ سے ضروری ہے کہ "رَبُّكَ" میں ضمیر خطاب کا مخاطب انہی (قریش) کو سمجھا جائے۔ (ص:۳۷۰)

تبصرہ:

میں حیران ہوں کہ فراہی صاحب جیسے عالم

دو فاضل شخص کو کیا ہو گیا کہ اس بے علمی کے میدان میں اتر کر اپنی وقعت کو گرا دیا ہے۔ ان کی یہ منطق سمجھ سے بالاتر ہے کہ اس واقعہ میں نبی علیہ السلام موجود نہیں تھے بلکہ مکہ کے قریش موجود تھے فراہی صاحب نے جاہلیت کے اشعار سے بے جا استدلال بھی کیا ہے تعجب اس پر ہے کہ ان کو کہاں سے معلوم ہوا کہ نزول قرآن کے وقت وہی لوگ موجود تھے جنہوں نے ابرھہ کی تباہی کا مشاہدہ کیا تھا فراہی صاحب نے بے سند اور بے مقصد جزئیات کو جوڑ کر تمام مفسرین کو غلط قرار دیا اور پھر ایک بدترین غلط راستے کو اختیار کیا "ربک" کا مبارک خطاب پورے قرآن میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن فراہی صاحب یہاں یہ اعزاز قریش کو دے رہے ہیں جبکہ اہل مکہ قریش اس وقت مسلمان بھی نہیں تھے اور نہ قرآن نازل ہوا تھا۔

مفسرین یہاں اس خطاب کے بارے میں یوں تصریح فرماتے ہیں:

"اَلَمْ تَرَ" خِطَابٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاِسْتِفْهَامُ لِلْاِنْكَارِ وَاِنْكَارُ النَّفْيِ اِثْبَاتٌ وَالْغَرَضُ مِنْهُ التَّقْرِيْرُ يَعْنِي قَدْ رَاَيْتَ يَا مُحَمَّدُ وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ لَمْ يَشْهَدْ تِلْكَ الْوَقْعَةَ لٰكِنْ شَاهَدَ آثَارَهَا وَسَمِعَ بِالتَّوَاتُرِ اَخْبَارَهَا فَكَاَنَّهٗ رَاٰهَا وَجَازَ اَنْ يَكُوْنَ الرُّؤْيَةُ بِمَعْنَى الْعِلْمِ" (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص: ۳۴۱)

ترجمہ: "اَلَمْ تَرَ كَيْفَ" اس میں خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور یہاں استفہام انکاری ہے اور نفی کا انکار اثبات کا فائدہ دیتا ہے اس سے مقصود استفہام تقریری ہے مطلب یہ ہوا کہ اے محمد! آپ نے یقیناً یہ واقعہ دیکھ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ اس واقعہ کے وقت موجود نہیں تھے لیکن آپ نے اس کے نشانات دیکھ لئے اور تواتر کے ساتھ اس کے واقعات واخبار سن لئے گویا کہ آپ نے خود دیکھ لیا اور یہ بھی جائز ہے کہ یہاں رؤیت کا لفظ علم کے معنی میں ہو یعنی کیا آپ نہیں جانتے ہو بلکہ جانتے ہو کہ اس طرح واقعہ ہو گیا ہے۔"

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یعنی ہاتھی والوں کے ساتھ تیرے رب نے جو معاملہ کیا وہ تم کو ضرور معلوم ہوگا کیونکہ یہ واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے چند روز پیشتر ہوا تھا اور غایت شہرت سے بچہ بچہ کی زبان پر تھا اسی قرب عہد اور تواتر کی بناء پر اس کے علم کو رؤیت سے تعبیر فرمادیا۔" (تفسیر عثمانی، ص ۸۰۳)

شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں یعنی وہ لوگ چاہتے تھے کہ اللہ کا کعبہ اجاڑ کر اپنا مصنوعی کعبہ آباد کریں یہ نہ ہو سکا اللہ نے ان کے سب داؤ پیچ غلط اور کل تدبیریں بے اثر کردیں کعبہ کی تباہی کی فکر میں وہ خود ہی تباہ و برباد ہوگئے۔ (ص: ۸۰۳)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اصحاب فیل کا پورا قصہ اپنی تفسیر میں یوں بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں اصحاب فیل کا قصہ مختصر یہ ہے کہ بادشاہ حبشہ کی طرف سے یمن میں ایک حاکم "ابرھہ" نامی تھا اس نے دیکھا کہ سارے عرب کعبہ کا حج کرنے جاتے ہیں چاہا کہ ہمارے پاس جمع ہوا کریں۔

اس کی تدبیر یہ سوچی کہ اپنے مذہب عیسائی کے نام پر ایک عالیشان گرجا بنایا جائے۔ جس میں ہر طرح کے تکلفات اور راحت ودلکشی کے سامان ہو۔ اس طرح لوگ اصلی اور سادہ کعبہ کو چھوڑ کر اس مکلف ومرصع کعبہ کی طرف آنے لگیں گے۔ اور مکہ کا حج چھوٹ جائے گا چنانچہ "صنعا" میں (جو یمن کا بڑا شہر ہے) اپنے مصنوعی کعبہ کی بنیاد رکھی اور خوب دل کھول کر روپیہ خرچ کیا اس پر بھی لوگ ادھر متوجہ نہ ہوئے۔ عرب کو خصوصاً قریش کو جب اس کی اطلاع ہوئی، سخت خشمگیں ہوئے کسی نے غصہ میں آ کر وہاں پاخانہ پھیر دیا، اور بعض کہتے ہیں کہ بعض عرب نے آگ جلائی تھی ہوا سے اڑ کر اس عمارت میں لگ گئی۔ "ابرھہ" نے جھنجھلا کر کعبہ شریف پر فوج کشی کردی بہت سا لشکر اور ہاتھی لے کر اس ارادہ سے چلا کہ کعبہ کو منہدم کردے درمیان میں عرب کے جس قبیلہ نے مزاحمت کی اسے مارا اور مغلوب کیا حضرت کے دادا عبدالمطلب اس وقت قریش کے سردار اور کعبہ کے متولی اعظم تھے ان کو خبر ہوئی تو فرمایا لوگو اپنا بچاؤ کرلو، کعبہ جس کا گھر ہے وہ خود اس کو بچالے گا۔ ابرہہ نے راستہ صاف دیکھ کر یقین کرلیا کہ اب کعبہ کا منہدم کردینا کوئی مشکل کام نہیں۔ کیونکہ ادھر سے کوئی مقابلہ کرنے والا نہ تھا۔ جب وادی "محسر" (جو مکہ کے قریب جگہ ہے) پہنچا تو سمندر کی طرف سے سبز اور زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے جانوروں کی ٹکڑیاں نظر آئیں۔ ہر ایک کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں۔ ان عجیب وغریب پرندوں کے غول کے غول کنکریاں لشکر پر برسانے لگے۔ خدا کی قدرت سے وہ کنکری کی پتھریاں بندوق کی گولی سے زیادہ کام کرتی تھیں۔ جس کے لگتی، ایک طرف سے گھس کر دوسری طرف سے نکل جاتی اور ایک عجیب طرح کا سمی مادہ چھوڑ جاتی تھی۔ بہت سے وہیں ہلاک ہوگئے۔ جو بھاگے وہ دوسری بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مرے۔ یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف سے پچاس روز پہلے ہوا۔ بلکہ بعض کہتے ہیں کہ خاص اسی روز آپ کی ولادت باکرامت ہوئی۔ گویا یہ ایک آسمانی نشان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کا تھا۔ اور ایک غیبی اشارہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے

گھر کی فوق العادۃ حفاظت فرمائی ہے۔ اس گھر کے سب سے مقدس متولی اور سب سے بزرگ پیغمبر کی حفاظت بھی اسی طرح کریگا اور عیسائی یا کسی دوسرے مذہب کو یہ موقع نہ دیگا کہ وہ کعبہ اور کعبہ کے سچے خادموں کا استیصال کرسکیں۔ (تفسیر عثمانی ص:۸۰۳)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تفسیر کی پوری عبارت میں نے اس لئے نقل کی تاکہ معلوم ہوجائے کہ عام اہل حق مفسرین کی تفاسیر کے مضامین اسی طرح ہیں ناظرین اس کو دیکھیں اور پھر حمید الدین فراہی صاحب کی تفسیر کو دیکھیں کہ وہ کہاں جارہے ہیں اور کیا لکھ رہے ہیں چنانچہ وہ عام مفسرین پر تنقید بھی کرتے ہیں اور اپنی منفرد و متوحش تفسیر کا اثبات و دفاع بھی کرتے ہیں چونکہ ان کے نزدیک ابرھہ پر سنگباری ابابیل پرندوں نے نہیں بلکہ مکہ کے قریش نے کی تھی پرندے تو صرف گوشت کھانے کے لئے آئے تھے وہ بھی چڑیاں تھیں چنانچہ لکھتے ہیں:

’’پھر خیال کرو تم نے اپنے زور بازو سے ان کو (ابرھہ والوں کو) مغلوب نہیں کیا بلکہ اس کے لئے اس خدا کی تلوار بے نیام ہوئی جو اس گھر کا محافظ ہے خدا نے ان کے دلوں میں اپنا رعب ڈالا اور ان کو ایسی کنکریوں سے سنگسار کیا جن کے زخموں نے ان کے جسموں کو گلا ڈالا تم نے اپنی آنکھوں کے سامنے ان کی لاشوں کے انبار دیکھے پھر خدا نے ان پر جھنڈ کے جھنڈ چڑیاں بھیجیں جنہوں نے عظیم الجثہ ہاتھیوں اور سربلند بادشاہوں کا گوشت نوچا اور تمہاری مقدس وادی کو بدبو سے پاک کیا۔‘‘ (تفسیر نظام القرآن ص:۴۷۱)

حمید الدین فراہی کی دوسری غلطی

علامہ فراہی لفظ (ترمیھم) کی غلط تفسیر کررہے ہیں کہتے ہیں ہم فصل اول میں بیان کرآئے ہیں کہ یہاں خطاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں ہے بلکہ افراد اہل مکہ کی طرف ہے اور ’’ترمیھم‘‘ کا لفظ ’’علیھم‘‘ کی ضمیر مجرور سے حال پڑا ہوا ہے یا مستقل جملہ مستانفہ ہے۔ حال کی صورت میں یہ معنی ہونگے کہ اے مخاطب! دیکھ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان پر جھنڈ کے جھنڈ چڑیاں بھیجیں اور حال یہ تھا کہ تو ان پر پتھر پھینکتا تھا۔ استیناف کی شکل میں یہ معنی ہونگے کہ تم ان پر پتھر پھینکتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کھانے کے بھس کی طرح بنایا۔ (ص:۵۰۳)

تبصرہ:

قارئین حضرات! ذرا اس علامہ کی تفرد پسندی کو دیکھئے ترمیھم کی ضمیر قریش کی طرف لوٹا رہا ہے کہ قریش کے لوگ ابرھہ والوں پر سنگ باری کررہے تھے اور ’’ارسل علیھم طیرا‘‘ میں اس ضد پر کھڑا ہے کہ یہ چڑیاں گوشت خواری کے لئے آئی تھیں اور ابرھہ کے لشکر اور ہاتھیوں کے جسموں کو ان چڑیوں نے نوچ کر ختم کردیا اور مفسرین غلط کہتے ہیں کہ پرندے آئے تھے اور سنگ باری کرکے ابرھہ کے لشکر کو تباہ کردیا اور سیلاب آکر ان کے جسموں کو بہالے گیا فراہی کہتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنے بڑے بڑے اجسام کو سیلاب بہالے گیا اور اس سیلاب سے پھر مکہ کیسے بچ گیا اور لاشیں کہاں چلی گئیں؟

اصل حقیقت

یہاں اصل حقیقت کچھ اور ہے علامہ فراہی کی قرآن عظیم کے بیان کردہ معجزات کے بارے میں یہ کوشش رہی ہے کہ وہ معجزات کے مافوق الفطرت حیثیت کو چھپائے اور ہر معجزہ کے لئے ایک ظاہری سبب پیدا کردے یہاں ان کی تفسیر نظام القرآن ص:۴۹۰ کو آپ پڑھ لیں تو آپ کو یہ حقیقت بالکل واضح ہوجائے گی کہ فراہی صاحب اقرار و انکار کو ملا کر کس مقصد کو حاصل کرنا چاہتا ہے جس طرح سورۃ ذاریات میں فراہی صاحب نے قوم لوط قوم نوح قوم فرعون پر آنے والے سارے عذابوں کے لئے ایک ظاہری سبب ہوا قرار دیا ہے یہاں بھی ایسا ہی کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ بعینہ یہی صورت واقعہ فیل میں بھی نظر آئی قریش سنگ باری کرکے ابرھہ کی فوج کو خانہ کعبہ سے دفع کررہے تھے اللہ تعالیٰ نے اسی پردہ میں ان پر آسمان

ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ کو صدمہ

کراچی.... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ کی اہلیہ محترمہ ۲۹/جولائی ۲۰۱۷ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی نماز جنازہ اگلے روز صبح ملتان میں حضرت ناظم اعلیٰ مدظلہ کی امامت میں ادا کی گئی، جس میں علماء کرام، مدارس دینیہ کے طلباء کے علاوہ تاجر برادری اور معزز شہریوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ دریں اثنا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب امیر مرکزیہ پیر حافظ ناصر الدین خاکوانی، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا حافظ محمد اکرم طوفانی، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا مفتی خالد محمود، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا قاضی احسان احمد، قاری فیض اللہ چترالی، محمد انور رانا، محمد وسیم غزالی، عبداللطیف طاہر، سید انوار الحسن اور تمام مبلغین ختم نبوت اور کارکنان ختم نبوت نے حضرت ناظم اعلیٰ سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے مرحومہ کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا کی ہے۔ ہفت روزہ ختم نبوت کے باتوفیق قارئین سے مرحومہ کے لئے ایصال ثواب کی درخواست کی جاتی ہے۔

سے سنگ باری کر دی۔ (تفسیر نظام القرآن ص:۴۹۰)

یہ بعینہٖ سرسید احمد خان کا طریقہ ہے کہ ہر معجزہ کے لئے ایک ظاہری سبب بتا کر معجزہ کا انکار کرتا ہے یہاں ابابیل کی سنگ باری ایک مافوق الفطرت معجزاتی کرشمہ تھا اس سے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے فراہی صاحب نے ظاہری سبب پیدا کر دیا کہ یہ سنگ باری قریش کی طرف سے ہوئی تھی اس طرح اس نے قرآن عظیم میں کھلی تحریف کی اور تفسیر بالرائے جیسے حرام کام کا ارتکاب کیا ان کی اس تحقیق پر تو چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہنستے ہیں ان کے اس غلط راستے پر چل کر امین احسن اصلاحی اور جاوید احمد غامدی نے بھی اندھا پن اختیار کیا اور اسی روش پر چلے فراہی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ معلوم ہے کہ وہ کوہ پیکر ہاتھیوں اور مقتولوں کی لاشوں کو کھانے کے لئے خدا نے سمندر کی جانب سے چڑیوں کے جھنڈ بھیجے اگر یہ لاشیں پڑی رہتیں تو ایک مدت تک کے لئے مکہ ناقابل سکونت ہو جاتا۔ (تفسیر نظام القرآن ص:۴۹۱)

غلط راستے پر چلنے کے بارے میں شاعر نے کہا ہے:

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است

ترجمہ: ''اے دیہاتی! مجھے ڈر ہے کہ تو کعبہ تک نہیں پہنچ سکو گے کیونکہ جس راستے پر چل رہے ہو یہ ترکستان کو جا نکلتا ہے۔''

یاد رہے فراہی صاحب کی اس عربی تفسیر کا ترجمہ امین احسن اصلاحی نے کیا ہے وہ ص:۴۹۰ پر اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے مجبور اللفظ آیات کا ترجمہ معجزہ کیا ہے یہ متکلمین کی اصطلاح والا معجزہ نہیں ہے۔ بہر حال تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ ﴿طَيْرًا اَبَابِيْلَ﴾ اور ﴿تَرْمِيْهِمْ﴾ کے متعلق لکھتے ہیں:

''طَيْرًا اَبَابِيْلَ صِفَةُ طَيْرٍ اَىْ كَثِيْرَة مُتَفَرِّقَة تبع بعض جماعة جماعة اُخْرٰى يقال جاء تک الخيل اَبَابِيْلًا مِنْ هٰهُنَا وَمِنْ هٰهُنَا ''تَرْمِيْهِمْ'' اى اَصْحَابَ الْفِيْلِ صفة اخرى للطير.'' (مظہری ج۱۰ص:۳۳۵)

ترجمہ: ''طیرا ابابیل میں ابابیل طیر کے لئے پہلی صفت ہے مطلب یہ کہ یہ پرندے متفرق طور پر بہت زیادہ آئے تھے جماعت در جماعت آگے پیچھے آ رہے تھے عرب کہتے ہیں کہ گھوڑے ابابیلوں کی طرح آئے یعنی ادھر سے بھی آئے اُدھر سے بھی آئے ''ترمیھم'' یہ ابابیل پرندے اصحاب الفیل کو پتھر مار رہے تھے یہ لفظ طیرا کے لئے دوسری صفت ہے۔'' (تفسیر مظہری)

(جاری ہے)

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ

مکمل علاج، مکمل خوراک

قیمت 3000 روپے
وزن 800 گرام

فیضل

معجون قوتِ اعصاب زعفرانی

33 اجزاء اکسیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پرکیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید

زعفران	جائفل	ناگرموتھہ	مغز بندق	آرد خرما	جوہر آہن
مصطگی	جلوتری	بج	مغز خولہ	سنگھاڑا	کشتہ چاندی
مروارید	دارچینی	اگر	الائچی خورد	[illegible]	[illegible]
ورق طلاء	لونگ	مائیں	الائچی کلاں	[illegible]	33 اجزاء
ورق نقرہ	گوند کیکر	بڑ سوکھے	ترنجبین	انجبار	
مغز چلغوزہ	مغز بادام	رس کونپلی	بہمن سفید	گوند کتیرہ	

دل کے تمام امراض کے لیے مفید ہے۔

معجون تسکین دل

دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔

قیمت 1200 روپے

جگر و معدہ کی اصلاح کر کے نیا خون پیدا کرتا ہے۔

وزن 500 گرام

عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔

آب سیب	آب انار	آب ادرک	ورق نقرہ	تخم خرفہ
آب بہی	آب لیموں	شہد خالص	بہمن سفید	عود ہندی
زعفران	مروارید	ورق طلاء	کشنیز	بادرنجبویہ
ابریشم	گل سرخ	گل نیلوفر	تخم کاہو	درونج عقربی
صندل سفید	طباشیر	آملہ	جوہر مرجان	مغز تربوز
گل منڈی	الائچی خورد	کہربائی	بہمن سرخ	

پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری
0314-3085577

فیضل FOODS ستار پلازہ ڈی گراؤنڈ پیپلز کالونی فیصل آباد

عقیدۂ ختم نبوت کی سربلندی، تحفظ ناموس رسالت اور فتنۂ قادیانیت کے استیصال کے لئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ تعاون کی اپیل

قربانی کی کھالیں

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دیجئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا تعارف

◆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملت اسلامیہ کی بین الاقوامی تبلیغی و اصلاحی جماعت ہے۔ ◆ یہ جماعت ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے علیحدہ ہے۔ ◆ تبلیغ اقامت دین خصوصاً عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ ◆ اندرون و بیرون ملک ۵۰ مراکز، ۳۰ مبلغین اور ۱۲ دینی مدارس ہمہ وقت مصروف عمل ہیں۔ ◆ عربی، اردو، انگریزی اور دنیا کی دیگر زبانوں میں مفت لٹریچر کی تقسیم۔ ◆ ہفت روزہ ’’ختم نبوت‘‘ کراچی اور ماہنامہ ’’لولاک‘‘ ملتان کے ذریعہ سے امت مسلمہ کی محاذ ختم نبوت پر ذہن سازی۔ ◆ چناب نگر میں مجلس کی سرگرمیاں جاری ہیں اور وہاں دو عالیشان مسجدیں اور دو مدرسے چل رہے ہیں۔ ◆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں دار المبلغین قائم ہے، جہاں علماء کو ردِ قادیانیت کا کورس کرایا جاتا ہے، دار التصنیف بھی مصروف عمل ہے۔ ◆ ملک بھر میں اہل اسلام اور قادیانیوں کے درمیان بہت سے مقدمات قائم ہیں۔ ◆ ہر سال دنیا بھر میں عالمی مجلس کے مبلغین تبلیغ اسلام اور تردید قادیانیت کے سلسلے میں دورے پر رہتے ہیں۔ ◆ اس سال بھی حسب سابق برطانیہ کے شہر برمنگھم میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام سالانہ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ ◆ افریقہ کے ایک ملک ’’مالی‘‘ میں مجلس کے رہنماؤں کی کوششوں سے ۳۰ ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا۔ ◆ یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرت اور آپ کے تعاون سے ہو رہا ہے۔

ترسیل زر کا پتہ

مرکزی دفتر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: 061-4783486

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ، کراچی

فون: 021-32780337,021-32780340

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT

0010010964710018

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

مخیر دوستوں اور دردمندانِ ختم نبوت سے درخواست ہے کہ وہ قربانی کی کھالیں، زکوٰۃ، صدقات اور عطیات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دے کر اس کے بیت المال کو مضبوط کریں

اپیل کنندگان

حضرت مولانا
ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحب
امیر مرکزیہ

مولانا صاحبزادہ
خواجہ عزیز احمد صاحب
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا
حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا
عزیز الرحمن جالندھری صاحب
مرکزی ناظم اعلیٰ